

مجلہ
ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان
اگست 2008ء
اصل الاصول بندگی اس تاجور ﷺ کی ہے
تحفظِ ختمِ نبوت ﷺ اور حضور مفکرِ اسلام رحمہ اللہ
محمد حسین آسی
حضور مفکرِ اسلام رحمہ اللہ ایک ہمہ گیر شخصیت
واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا
اتحادِ ملت کی ضرورت و صورت
سانحۂ لال مسجد
جذبۂ حب الوطنی
اداریہ
خدارا پاکستان بچایئے

زمزمۂ حمد

جس دل میں نورِ عشق ہے ذات الہ کا
اس کو نہیں ہے خوف کوئی ماسواہ کا
اس کا تو ہر فقیر ہے دنیا کا تاجور
ہر تاجور فقیر ہے ، اس بادشاہ کا
ڈالی ہے اس نے دہر کو زنجیر وقت کی
گویا ہے یہ جو سلسلہ شام و پگاہ کا
شاہد ہے اس پر گردش لیل ونہار بھی
مختار ہے جہاں کے سفید و سیاہ کا
چاہے تو مچھروں سے دے نمرودیوں کو مار
چاہے تو زور مور کو بخشے سپاہ کا
ظالم تجھے تو فکر شکم ہی نے کھا لیا
اٹھ چارہ ڈھونڈ ظلمت قلب و نگاہ کا
کر اختیار جیسے بھی ہو راہ بندگی
ہاں زیست سے سلیقہ یہی ہے نباہ کا
پردے تعینات کے چیر اور دیکھ اسے
ہر ذرہ باب نور ہے اس بارگاہ کا
حمد خدا میں کیوں نہ گہر ریز ہو قلم
آسیؔ گدا ہے سید رحمت پناہ کا

تاثرات

شب ہجراں کٹے یارب الٰہی وہ بھی آئے دن
کہوں جب دیکھ کر انکو الیس النور بقریب
ترا ذکر گرامی ہے زلال چشمہ تسکین
کسی کو چین کیا آئے سوائے جاں جہاں تجھ بن
اگر میں بے نوا ان پر فدا ہوں تو عجب کیا ہے
کہ ان کے چاہنے والے ہیں قدسی وحور، انس وجن
طلوعِ آفتاب وصل اگر ہے صبح تربت کو
کٹے گی زندگی کی رات میری تارے ہی گن گن!
کلیدِ جنت ودوزخ ترے ہاتھوں میں ہے آقا ﷺ
ترابندہ ہے ، کہتے ہیں جسے فردوس کا خازن
خلاصہ ہے ، یہی سب داستانِ کفر و ایماں کا
کرے انکار جو کافر انہیں جو مان لے مومن
کرم اے بادشاہِ دوسرا آسیؔ کا محشر میں
تری چشم شفاعت کے سوا کوئی نہیں ضامن

﴿حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

یونس-۶۳

کلمۃ الحقیقہ — ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم — اداریہ

خدارا! پاکستان بچائیے

ادارہ

بحمدہ تعالیٰ پاکستانی قوم 61واں یومِ استقلال نہایت تزک واحتشام سے منانے کی تیاریاں کر رہی ہے۔اور ان کی یہ تیاریاں ان کے جذبۂ حب الوطنی کی عکاس ہیں۔تاہم ایک گروہ ایسا بھی ہے جس کی دانستہ ونادانستہ حرکات سے یہ دھرتی مجروح ہے۔ان کے پیش نظر محض اپنی ذات ہے،باقی جائیں جہنم میں۔یہ کوئی مخصوص گروہ نہیں بلکہ ہر وہ شخص اس میں شامل ہے جو رشوت لیتا ہے،غبن کرتا ہے،مالی مفادات کے لئے لوٹ مار کا بازار گرم کرتا ہے،انصاف بیچتا ہے،ڈاکے ڈالتا ہے،غرضیکہ کسی نہ کسی طرح سے دوسروں کا استحصال کرتا اور ملک وقوم کو نقصان پہنچاتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے افراد سے دھرتی بوجھل ہوتی جارہی ہے۔انہیں کیا معلوم پاکستان کیسے بنا تھا،اس کی قدر وقیمت کیا ہے۔اس کی قدر پوچھنی ہے تو ان سے پوچھو جو اپنے پیاروں کی بے گور وکفن لاشیں پیچھے چھوڑ آئے تھے،یا ان ماؤں سے پوچھو جنہوں نے اپنی چند دنوں یا چند مہینوں کی نوخیز کلیوں کو نیزوں میں پرویا دیکھا تھا یا ان بوڑھوں سے پوچھو جنہوں نے اپنے جوان بیٹے اپنے سامنے ذبح کروا کر اس پاک سرزمین پر قدم رکھا تھا۔ہاں ہاں! آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ پاکستان کیسے بنا تھا۔ہزاروں میں سے صرف چند واقعات اور وہ بھی صرف اعلانِ پاکستان کے بعد کے۔

شجاع آباد ملتان سے تعلق رکھنے والے تحریک پاکستان کے ایک بزرگ کارکن کا بیان ہے کہ مجھے ۱۹۴۷ء کا وہ منظر کبھی نہیں بھولتا جب بٹھنڈہ شہر سے ہم نکلنے لگے تو ہندوؤں اور سکھوں کے جتھوں نے ہم پر حملہ کر دیا۔تب میری عمر تیرہ سال تھی۔میرے سامنے میرے باپ کو قتل کیا گیا۔پھر میرے دادا کو لٹا کر ذبح کیا گیا۔یونہی میری خالائیں اور پھوپھیاں ذبح کر دی گئیں۔جو جوان لڑکیاں تھیں ان میں سے چند خوبصورت لڑکیوں کو ہندو اور سکھ سنگینوں کے سائے تلے چھین چھین کر لے جارہے تھے۔ایسی صورتحال میں ایک لڑکی نے ایک چاقو اپنے بھائی کو دیا اور کہنے لگی،بجائے اس کے ہم ان کے گھروں میں ذلیل ہوتی رہیں،ہمیں ذبح کردو۔بھائی ہچکچانے لگا مگر بہن چیخ رہی تھی۔بھائی جان! وقت کم ہے جلدی کرو۔آخر بھائی نے مجبور ہو کر بہن کی شہ رگ کاٹ دی۔اب ایک دو اور پھر لڑکیوں کی لائن لگ گئی جو اپنے گلے کٹوا رہی تھیں۔یہ منظر کبھی نہیں بھولتا جو ہمارے ساتھ بیٹھا تھا۔نوجوان نسل کو کیا پتہ کہ لا الہ الا اللہ کے نام پر پاکستان کن قربانیوں کے صلہ میں بنا تھا؟

جب پاکستان بنا تو مسلمانوں کے قافلے ہجرت کر کے پاکستان آنے لگے۔ایک قافلے میں چار افراد پر مشتمل کنبہ ایسا بھی تھا جس میں ماں باپ ایک دس سالہ بیٹی اور پانچ سالہ چاند جیسے مکھڑے والا بچہ بھی تھا۔راستے میں ہندوؤں اور سکھوں کے مسلح دستے نے قافلے پر حملہ کر دیا۔بہت سے

لوگ مارے گئے، کافروں نے دھکا دے کر ماں کو گرا دیا۔ اس کی گود سے بچہ چھین لیا۔ اسے ہوا میں اچھالا، نیچے نیزہ کر دیا۔ معصوم پرو دیا گیا۔ چیخوں نے فضا میں شور ڈالا، خون کے فوارے پھوٹے اور معصوم نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ اس معصوم بچی کو سکھوں نے اٹھا لیا پھر نہ ماں باپ کو خبر ہو سکی کہ ان کی نازوں پالی یہ بچی کدھر گئی، نہ بچی کو معلوم ہو سکا کہ اس کے والدین کہاں ہوں گے۔ اس طرح کے دلخراش واقعات کثرت سے ہوئے۔

فیصل آباد کے ایک بزرگ جن کا **1997** میں انتقال ہوا۔ انہوں نے ایک مرتبہ اپنا واقعہ سنایا اور جب آخر پر پہنچے تو بے ہوش ہو گئے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں یہ واقعہ صرف دو بار سنایا اور دونوں بار بے ہوش ہوئے۔ کہنے لگے

''میری تین بیٹیاں تھیں جن کی عمریں پندرہ، تیرہ اور نو سال تھیں۔ میں جب قافلے میں شامل ہو کر جموں سے نکلا تو نکلتے ہی مسلمانوں پر حملہ ہو گیا۔ میری دونوں بیٹیاں ذبح ہو گئیں۔ مجھے ایک ہندو نے پیچھے سے جکڑ لیا دوسرے نے واحد بچنے والی بچی مریم کو پکڑا اور لے گئے۔ میں روتا پیٹتا اسی حالت میں لٹے پٹے قافلے کے ہمراہ پاکستان پہنچا۔ بس مجھے اپنی مریم نہیں بھولتی۔ باباجی اس جملے کا تکرار کرتے کرتے بے ہوش ہو گئے۔ بعد میں ان کا انتقال ہو گیا۔ یوں بنا تھا پاکستان''

الغرض **1947**ء میں ایک انتہائی بڑا قتل عام تھا۔ جو تاریخ انسانی کے بڑے بڑے عام انسانوں کے قتلوں میں سے ایک تھا۔ ہمیں چاہئے تھا کہ رب کا خوب شکر ادا کرتے کہ اس نے ہمیں ایک آزاد وطن میں سانس لینا نصیب فرمایا اور شکر یہ ادا کرنی کی صورت یہ تھی کہ قوم کا ہر فرد یہ اعلان اور عہد کرتا کہ میں اس وطن عزیز کی سر بلندی اور وقار کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھوں گا لیکن ہوا کیا، ہم نے سب کچھ فراموش کر دیا۔ چنانچہ آج استادوں کو نونہالوں کی تربیت سے نہیں 'ٹیوشن' سے غرض ہے...... ڈاکٹر کو مریضوں کی بے چارگی سے نہیں 'فیس' سے مطلب ہے...... وکیل کو سچ کی جیت سے نہیں، روپے پیسے کی ہوس ہے...... تحصیلدار کو لوگوں کے ذلیل ہونے کی نہیں، اپنی جیب گرم کرنے کی فکر ہے...... حکام کو امن و امان قائم کرنے کا نہیں، ذاتی مفادات کا خیال ہے...... غرضیکہ اپنی اپنی پڑی ہے یعنی قیامت سے پہلے ہی 'نفسی نفسی' کی صورتحال ہے۔

پھر یہ حال تو ہے ہمارے اعمال کا جبکہ عقائد کے معاملے میں ہماری یہ صورتحال ہے کہ ہم ان بدعقیدہ لوگوں کو خود پر مسلط کرتے جا رہے ہیں جو ملک پاکستان کی تشکیل ہی کے خلاف تھے۔ قدرت نے ہمیں ایک موقعہ فراہم کیا تھا کہ ہم اپنوں اور بیگانوں میں تمیز کرتے، لیکن ہم نے ضائع کر دیا۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ جن لوگوں نے پاکستان کے سلسلے میں منافقت کا رویہ اختیار کیا، وہ دین کے معاملے میں بھی نفاق والے تھے۔ چنانچہ یہ علمائے نجد و دیوبند جو پاکستان اور اس کے بانیوں کے مخالف تھے، اسلام اور مسلمانوں کے بھی دوست نہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ پاکستان دشمنی میں یہ کس قدر سخت ہیں۔ (محض چند نمونے)

۱۹۴۶ء میں جب تحریک پاکستان اپنے عروج پر تھی اور تقسیم ہند کے خواب کی تعبیر یقینی دکھائی دینے لگی تھی، دیوبندی اور وہابی علماء یک گونہ پاگل ہو چکے تھے، ان کا کہنا تھا ''ہم پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں'' (خطبات احرار ص ۹۹) انہی علماء نے کہا ''جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سؤر ہیں اور سؤر کھانے والے ہیں'' (چمنستان ص ۱۳۰) حبیب الرحمٰن لدھیانوی دیوبندی نے کہا ''دس ہزار جینا (جناح) جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جا سکتے ہیں'' (چمنستان ص ۱۳۵) دیوبندیوں کے امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری نے پسرور کانفرنس ۱۹۴۶ میں دعویٰ کیا کہ

''پاکستان بننا تو دور کی بات ہے کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی 'پ' بھی بنا سکے (تحریک پاکستان اور نیشلسٹ علماء ص ۸۸۴)

مولوی غلام غوث ہزاروی اپنے خطبات میں اکثر کہا کرتا تھا کہ ''لوگو! جناح قائداعظم نہیں کید (بمعنی مکر) اعظم ہے''۔ حسین احمد دیوبندی اور مولوی مظہر علی اظہر احراری نے قائدِ اعظم کو کافرِ اعظم کہا۔

مولانا ظفر علی خان نے انہی لوگوں کو جواب میں کہا

گالیاں دے جھوٹ بول احرار کی ٹولی میں مل   نکتہ یوں ہی ہو سکے گا حل سیاست کا

یہ چند مثالیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے آج بھی پاکستان کے وجود کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ مفتی محمود دیوبندی تو فخر یہ کہا کرتے تھے کہ ''شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھے''۔ اسی کے بیٹے فضل الرحمٰن نے کہا تھا کہ ''پاکستان اس صدی کا سب سے بڑا فراڈ ہے''۔ یہی فضل الرحمٰن ہے جو کشمیر کے اندر جانوں کے نذرانے پیش کرنے والوں کے عمل کو جہاد تسلیم نہیں کرتا۔ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ آزاد اسلامی وطن کے مقابلے میں یہ ہندوؤں کی غلامی کو ترجیح دینے والے کس قدر 'عاقل' ہیں اور یہ بھی سوچئے کہ جن کی عقل کا یہ حال ہے قوم اگر خدا اور رسول اور ملک و قوم کے ان دشمنوں کو منبر رسول پر بٹھائے انہیں اپنے دین و دنیا کا امام سمجھے اور ان کو وہ عزت دے جس کے وہ لائق نہیں تو پھر اس کی تباہی و بربادی میں کونسی کمی باقی رہ جائے گی۔

ہمارے انہی اعمال وعقائد کی بربادی کا سبب ہے کہ آج ہم اتنے کمزور ہو چکے ہیں یا کر دیئے گئے ہیں کہ عالمی ماہرین امور خارجہ پیش گوئی کر رہے ہیں کہ **2015**ء تک یہ ملک تقسیم در تقسیم ہو جائے گا۔ یہ بات نہائت دل دہلا دینے والی ہے، تاہم عوام و خواص کو اب ہوش کرنا ہوگا۔ اپنی ذمہ داریاں پہچاننا ہوں گی۔ ہر شخص یہ عہد کرے کہ ہم اپنے فرائض کما حقہ بجالائیں گے۔ ہر اس عمل سے پرہیز کریں جس سے ملک کمزور ہو۔

استاد کہیں ہم نوجوان نسل کی تربیت میں کوئی کمی اٹھا نہ رکھیں گے۔ کلرک کہیں ہم 'حصہ' نہیں لیں گے۔ جج عہد کریں 'ہم انصاف نہیں بیچیں گے'۔ حکمران اعلان کریں 'ہم عوام و ملک کی بہتری اور بالخصوص قرآن وسنت کے نفاذ پر کمر بستہ ہو جائیں گے'۔ غرضیکہ ہر فرد راہ راست پر آنے کا عہدِ مصمم کرلے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور سرکارِ دو جہاں ﷺ کی توجہ سے، یقین ہے کہ ہم ملک کو درپیش تمام مسائل سے چھٹکارا دلانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ بالخصوص ہمارے حکم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنی نالائقیوں کا ازالہ کرنے کے لئے سب سے پہلے فی الفور نظامِ مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کا اعلان کردیں اور پھر اپنے مسائل کے حل کے لئے امریکہ اور یورپین ممالک کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہو سرکار ﷺ کی مقدس جالیوں کے سامنے حاضر ہو کر التجا کیا کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ ﷺ متوجہ ہوں گے اور مسئلہ حل ہو جایا کرے گا۔ 'عقل والوں' اور 'ظاہر بینوں' کو شاید یہ بات عجیب لگے لیکن حق یہ ہے کہ ایسا ہوتا آیا ہے۔ جب بھی بادشاہانِ وقت نے حاضری دی اپنی مراد پائی۔

حضور قبلہ عالم، شمس العارفین، حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ ابھی تقریباً آٹھ برس کے تھے جب آپ نے اپنی چشمانِ مبارک سے سکھوں اور ہندوؤں کو مسلمانوں کا قتلِ عام کرتے دیکھا۔ تاحیات آپ نے مسلمانوں کی اس کسمپرسی و بے چارگی کے عالم کو یاد رکھا۔ پاکستان اور اہلِ پاکستان کی بہتری کے لئے کام کرتے رہے۔ آپ پاکستان کو نبی پاک ﷺ کا تبرک قرار دیتے تھے۔ اس کے دوستوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فضل کی نوید سناتے جبکہ اس کے دشمنوں کو آتشِ دوزخ کا مستحق ٹھہراتے تھے۔ اب جبکہ آپ کا دوسرا سالانہ عرس پاک (۱۸ اگست ۲۰۰۸ء) منعقد ہو رہا ہے، شدت سے آپ کی کمی محسوس ہوتی ہے کہ کاش آپ آج ہم میں موجود ہوتے اسی طرح پاکستان کی سربلندی کی دعائیں کرتے۔ قوم کو درپیش خطرات سے بچانے کے لئے اپنے رب کے حضور گڑگڑاتے اور ہم ہر دعا پر آمین کہتے۔ بہر حال آپ کے غلام یہ عہد کر چکے ہیں کہ آپ کے مشن کی تکمیل کے لئے اپنی بہترین صلاحیتیں بروئے کار لائیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ تاحیات یہ سلسلہ جاری رکھیں گے۔ اللہ کریم آپ کی مرقدِ پُر انوار پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے نیز تحریک پاکستان کے لاکھوں غازیوں اور شہیدوں کو بیش از بیش اپنی نعمتوں اور برکتوں سے نوازے۔

آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

☆☆☆

اتحاد ملت

کی ضرورت و صورت

قسط:15

حضور مفکر اسلام
پروفیسر محمد حسین آسی
علیہ الرحمہ

بات یہ ہورہی تھی کہ جناب مودودی نے ملت اسلامیہ کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تو اسے وہ 'ملت شرکیہ' ہی نظر آئی۔ ان کے نقطہ نظر سے صرف نام ہی کے اعتبار سے وہ ملت 'اسلامیہ' تھی، ورنہ اسے کسی پہلو سے بھی اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ عام مشرکین اور ان مومنین میں جو فرق ہے، وہ مودودی صاحب کے الفاظ میں دیکھ لیجئے

'فرق صرف یہ ہے کہ ان کے ہاں اہلکار علانیہ الہ، دیوتا، اوتار، یا ابن اللہ کہلاتے ہیں اور یہ انہیں غوث،
قطب، ابدال، اولیاء اور اہل اللہ وغیرہ کے الفاظ کے پردوں میں چھپاتے ہیں' (تجدید واحیائے دین)

اب میں پھر اس بات کو دہراتا ہوں، ٹھنڈے دل سے غور کیجئے کہ غوث، قطب، ابدال، اولیاء اور اہل اللہ کی اصطلاحات مسلمانوں کے جاہل طبقے میں مروج ہیں یا وہ عظیم شخصیات بھی جو ہمیشہ دین اسلام کی پہچان بنی رہی ہیں، اس قسم کے الفاظ وتراکیب استعمال کرتی رہی ہیں بلکہ ان کے ہاں ان تصورات کی بھرمار ہے۔ مثلاً امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی اور دوسرے جلیل القدر مجددین، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جیسے شیخ محقق اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے آباء ابناء (یعنی اُن کے بزرگ اور بیٹے پوتے) جیسے وسیع النظر فقہاء و مفسرین علیہم الرحمہ، اگر یہ سب حضرات اس قسم کی اصطلاحات کا استعمال اپنی تقریر و تحریر میں کرتے آئے ہیں تو فرمایئے مودودی صاحب کس کو مشرک کہہ رہے ہیں، کیا صرف عوام کو یا (درپردہ نہیں بلکہ وضاحت سے) سب اکابر اسلام کو شرک کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں، ہیں ہاں بات پوری طرح واضح کرنے کے اور ان کے شرک وکفر کا اعلان کرنے کے باوجود ان کا نام مصلحتاً اس لئے نہیں لیا کہ مودودی کی 'حکمت' یہی ہے جس کی بنا پر اپنے گھر میں اپنی ماں پر وہابیت ظاہر نہ کرسکے تھے اور 'نذرونیاز' کے حرام کھانے بھی بڑے ذوق وشوق سے کھاتے رہتے تھے۔ دیکھئے وہابیت نے اسمٰعیل دہلوی سے مودودی تک آتے آتے کتنی ترقی کرلی ہے۔ جناب اسمٰعیل نے ساری امت کو مشرک کہنے کے ساتھ ساتھ غوث الاغیاث، فرد الافراد شہنشاہ بغداد حضور شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو صراط مستقیم میں غوث الثقلین (یعنی جنوں انسانوں کا غوث بمعنیٰ فریادرس) لکھا ہے۔ کہاں غوث کہ مودودی کے لئے وہ بھی موت کا پیغام تھا، اور کہاں یہ غوث الثقلین جو اس سے بھی کئی درجے آگے ہے۔ بدبختی کی انتہا یہ ہے کہ مودودی کے نزدیک 'ابدال'، 'اولیاء' وغیرہ بھی انہیں شرکیہ الفاظ میں شامل ہیں حالانکہ 'ابدال' کا لفظ حدیث پاک میں (جیسا کہ گذشتہ قسط میں آچکا ہے) اور اولیاء کا لفظ قرآن وحدیث دونوں میں ہے۔ اب فرمایئے ان شرکیہ الفاظ کے مروج کرنے کی ذمہ داری کیا اکابر اسلام پر عائد ہوئی یا معاذ اللہ مودودی صاحب کی نظر میں کتاب وسنت پر بھی ہے۔

عقل و دین کے خلاف ایسی جرأتوں کے باوجود آپ مودودی صاحب کی خدمات پر سر دھنیں تو آپ کی مرضی ورنہ ہم تو ایسے ہر شخص کو بد نصیب اور ملت اسلامیہ کا بدترین دشمن سمجھتے ہیں جو اپنے سوا کسی کو بھی مسلمان نہیں سمجھتا، اپنے ماں باپ کو، نہ اپنے باپ داداؤں کو، نہ مجددین کو، نہ فقہاو

محدثین کو ہاں ہم پر اللہ کا یہ بہت بڑا کرم ہے کہ اُس نے ہمیں مسلمان امت میں پیدا کیا اور گونا گوں گناہوں میں لتھڑے ہونے کے باوجود ایمان و اسلام پر قائم رکھا، ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہمارے اسلاف مسلمان تھے۔ ہم نے مسلم معاشرے میں آنکھ کھولی اور مسلمان اساتذہ سے تربیت لی، اور پھر خدا کا یہ بھی شکر ہے کہ اس نے اُن گمراہوں سے متاثر نہیں ہونے دیا جو بدبخت ملت اسلامیہ کو عملاً ملت شرکیہ ہی سمجھتے ہیں۔

اب ذرا پھر انہیں الفاظ پر غور فرمایئے

'فرق صرف یہ ہے کہ ان کے ہاں اہلکار علانیہ الہٰ، دیوتا، اوتار یا ابن اللہ کہلاتے ہیں اور یہ انہیں غوث،
قطب، ابدال، اولیاء اور اہل اللہ وغیرہ کے الفاظ کے پردوں میں چھپاتے ہیں، سوچیے،
مودودی صاحب سے فیض پا کر اگر کوئی روشن خیال اور آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ

ہندو اور مسلمان سب ایک ہیں۔ ان میں عملاً کوئی فرق نہیں، ہاں صرف الفاظ اور اصطلاحات ہی الگ الگ ہیں۔ مثلاً ہندو مندر میں جاتے ہیں اور مسلمان مسجد میں۔ مندر اور مسجد دونوں عبادتخانے ہی تو ہیں۔ لہذا دونوں کی حیثیت میں کوئی ایسا اہم فرق نہیں۔ دونوں عمارتیں ہی ہوتی ہیں اور عموماً پتھر یا اینٹ کی بنی ہوئیں۔ دونوں قوموں میں پانی کو خصوصی تقدس حاصل ہے۔ ہندو گنگا کا پانی مذہبی احترام سے پیتے ہیں تو مسلمان آبِ زمزم کا بھی اسی طرح احترام کرتے ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں اگر ہولی دیوالی عید کے دن ہیں تو مسلمانوں کی اپنی عیدیں ہیں۔

چنانچہ تاریخ پر غور کیجئے جن لوگوں نے ہندو مسلم فرق مٹانے کی باتیں کی ہیں، عموماً اسی طرز کی کی ہیں۔ سوچیے! ایسی حالت میں اسلام کو ہندومت پر کیا تفوق رہ جاتا ہے۔ اسی قسم کے ملا تھے جو گاندھی کے چرنوں پر اپنا دین ایمان نثار کر رہے تھے اور قرآن پاک کو ہندوؤں کی 'گیتا' کے ساتھ ایک ڈولی میں رکھ کر جلوس نکالا کرتے تھے، اسلام اور توحید کے ان 'خیر خواہوں' میں ایسے جوشیلے جیالے بھی تھے کہ جو گاندھی کو مسجد میں لاکر منبر پر بٹھاتے تھے اور ایسے بھی تھے جو کہتے تھے اگر سلسلہ نبوت قائم رہتا تو (معاذ اللہ) گاندھی بھی اس سے سرفراز ہوتا۔ انصاف کیجئے جناب مودودی کا طرزِ فکر کس قسم کے دروازے کھول سکتا ہے بلکہ عملاً اس نے کھول دیئے (حتیٰ کہ شاید اسی کا اثر ہو بعض روایات کے مطابق خود مودودی صاحب بھی قیام پاکستان سے پہلے جماعت اسلامی کے بعض کنونشنز میں کبھی قائداعظم کو اور کبھی گاندھی کو صدارت کے لئے بلا لیتے تھے کہ عملاً جو اس وقت مسلمان لیڈر تھے وہ بھی ہندو لیڈروں کی طرح ہی تھے جیسا کہ عام مسلمان عملاً مشرکوں کی طرح تھے) ملت اسلامیہ کے دوسرے رہنماؤں کے مقابلے میں واقعی مودودی صاحب کا کام بہت ہی مشکل تھا۔ مثلاً ایک شخص نماز نہیں پڑھتا یا روزہ نہیں رکھتا، اُسے مسلمان سمجھتے ہوئے نماز وروزہ کی تلقین کرنا بلکہ نمازی وروزہ دار بنالینا بھی آسان ہے۔ اس کے مقابلے میں عام کلمہ پڑھنے والے اور مسلمان کہلانے والے تو ہی نہیں، وقت کے جید علماؤفقہاؤ محققین کو مشرک کہنے والے کے لئے کام بہت وقت طلب، محنت طلب اور مہلت طلب ہے۔ یعنی پہلے انہیں مسلمان بنانا اور پھر نئے سرے سے نماز وروزہ کی تلقین کرنا۔ حضرت قائداعظم اور حضرت اقبال نے قوم کو بیدار کر کے اتحادواتفاق کا سبق دینا چاہا تو انہیں زیادہ مشکل پیش نہیں آئی۔ اُن کے نزدیک اصولی باتوں پر ساری امت متفق تھی، ہاں فروعی اختلافات ضرور ہیں مگر انہیں ملت کے اتحاد اور مفاد پر قربان کیا جاسکتا ہے۔ ذرا مفکر پاکستان کا طرزِ تلقین ملاحظہ ہو۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

یعنی ہر اصولی عقیدے پر ساری امت کا اجماع واتفاق ہے تو اسی اجماع واتفاق سے فائدہ اٹھا کر ملت کو ایک پلیٹ فارم پر لائیں اور فروعی باتوں کو نظر انداز کر لیں۔ مگر جہاں ہر فروعی اختلاف کو کفر وشرک تک پہنچا دیا جائے اور پھر اختلاف رکھنے والوں کو ابوجہل کی طرح پکا مشرک ٹھہر اکر اُسے گردن زدنی قرار دیا جائے، وہاں اصلاح کی کیا صورت۔ مگر اتنی بات میں ملتِ اسلامیہ کے ہر خیر خواہ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ خدارا انصاف سے جواب دیں! قائداعظم اور اقبال جیسی شخصیات کے طرزِ فکر اور طرزِ عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ملت اسلامیہ کے خیر خواہ تھے یا مولانا مودودی کے طرزِ فکر و عمل سے۔ کون نہیں جانتا کسی گھر کا، کسی خاندان کا، کسی ادارے کا، کسی تنظیم کا، کسی قبیلے یا قوم کا خیر خواہ اس میں نظم وضبط قائم کرنے رکھنے کے لئے اتفاقات کو ہوا دیتا ہے اور اختلافات کو چھیڑتا تک نہیں بلکہ انہیں دبانے کی کوشش کرتا ہے، اور کسی گھر کا، خاندان یا قبیلے کا، کسی ادارے یا تنظیم کا، کسی مذہب وملت کا دشمن وبدخواہ اتفاقات سے توجہ ہٹا کر اختلافات کو نمایاں کرتا ہے۔ اپنی ذاتی محبت وعداوت سے بالاتر ہو کر خدارا بتایئے اور محض خداوند کریم کا خوف اور اس کے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی شرم کو ملحوظ رکھ کر فیصلہ کیجئے، مودودی صاحب نے ملت کی خیر خواہی کی یا بدخواہی کی

یہ بھی سوچیئے: ، حضرت اقبال، حضرت قائداعظم اور جناب مودودی کے دور میں یہاں بدیسی لوگ حکمران تھے۔ پہلے دن سے وہ مسلمانوں کو احساس کہتری کا شکار کرنا چاہتے تھے۔ ظاہر ہے اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ اسلام اور اکابر اسلام کے کارنامے عوام خصوصاً مسلمانوں کی نگاہوں سے چھپائے جاتے۔ چنانچہ اُنہوں نے اس سلسلے میں بہت ہاتھ پاؤں مارے ، اُن علوم جدیدہ کی ترویج ، مثلاً جدید فلسفہ ، جدید نفسیات، جدید ٹیکنالوجی، جدید سائنس وغیرہ وغیرہ ان کے سب نصاب کا بنیادی و مرکزی نقطہ یہی تھا کہ مذہب کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلائے جائیں۔ اکابر اسلامی کے علمی وعملی کارناموں پر پردے ڈالے جائیں، وغیرہ وغیرہ ہاں ہاں یہ کام انگریز دور میں ہوا اور شدومد سے ہوا۔ اکبرالہ آبادی اور علامہ اقبال جیسے بزرگوں نے اسے بھانپ لیا اور قوم کو احساس برتری سے مالا مال کرنے کی سعی محمود فرمائی۔ چنانچہ اپنے صحابہ کرام، اہل بیت اطہار مجتہدین اور مجددین مفسرین ومحدثین حتیٰ کہ صوفیہ، علماء فقہا حتیٰ کہ شعرا تک کے کارنامے منظرِ عام پر لائے۔ پہلے جناب اکبر کا ایک بند ملاحظہ ہو، آپ کالج کے ایک نوجوان سے مخاطب ہیں جو مسلمان ہو کر بھی انگریز شاعر کی شاعری پر فخر کرتا ہے

فخریہ میں نے جو اشعار پڑھے سعدی کے　　فخریہ آپ سنانے لگے نظم ملٹن
شیخ سعدی تو بزرگوں میں مرے اے دوست　　آپ کے کون تھے ملٹن یہ سنوں قبلۂ من

یہ تھی مسلمان طلباء کی ذہنی فضا جو انگریز کے منحوس سایے میں پروان چڑھ رہی تھی اور جس کا مقابلہ شعرا میں سے جناب اکبر اور حضرت اقبال نے کیا اور خوب کیا۔ جواب شکوہ میں خدا کی طرف سے خطاب کیا جارہا ہے

چشم اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفل ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری
کوکب قسمت امکاں ہے خلافت تیری
وقتِ فرصت ہے کہاں ،کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

ان الفاظ پر غور کیجئے حضرت اقبالؔ نے مردِ مومن کو جو پیغام دیا ہے اور اقوام عالم پر جو اس کو فوقیت دی ہے، اسے دوسری قوموں کے بڑے بڑے لیڈر سوچ بھی نہیں سکتے۔ حضرت اقبالؔ نے کوئی بڑ نہیں ہانکی بلکہ قرآن پاک ابدی اور اسلام ابدی ہیں تو وہ ملت اسلامیہ جس کے ذمے قرآن پاک کے انوار اور دین ہدٰی کی برکات دوسری اقوام تک پہنچانا ہے، وہ کیونکر مٹ سکتی ہے، اسی سے کچھ پہلے فرمایا

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے
نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے
کشتیِ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے !
عصرِ نو رات ہے، دھندلا سا ستارا تو ہے

اسی نظم کا آخری بند بھی خاصے کی چیز ہے۔ جو ساری نظم کا گویا لب لباب ہے
عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری
مرے درویش! خلافت ہے جہانگیر تری
ماسوی اللہ کے لئے آگ ہے تکبیر تری
تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری
کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

ازراہ کرم! اس بزم کائنات میں مردِ مومن کی حیثیت کیا ہے، غور فرمائیے۔ جس بے چارے کو غوث، قطب، ابدال کی سمجھ نہیں آسکی وہ 'خلافت ہے جہانگیر تری' اور 'تقدیر ہے تدبیر تری' کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ وہ سائنسدان کی تسخیر تک تو سمجھ سکتا ہے، خلیفہ ربانی کی تسخیر ارض و سما کو کیا جان سکتا ہے۔

اقبال کے کلام سے کس کس نظم اور غزل کا حوالہ دیا جائے۔ انہوں نے عشق رسول ﷺ میں ڈوب کر آخری نبی ﷺ کی آخری اُمت کے فضائل و مناقب بیان کئے اور کتاب و سنت کی روشنی میں بیان کئے۔ مگر جو نظر اس امت کا دوسری امتوں اور ملتوں سے فرق الفاظ تک ہی محدود رکھتا ہے، وہ اقبال کو اور اس کے پیغام کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ حضرت اقبال نے بار بار ملت کا تابناک ماضی بیان کیا، اس کے قابل فخر کارنامے بیان کئے اور وہ عظیم لوگ جن پر اس ماضی کو بلکہ اسلام کو ناز ہے، بڑی محبت و عقیدت سے اُن کا ذکر کیا۔ ان کے کلام میں کہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تذکار جمیلہ ہیں تو کہیں اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے کہیں ائمہ و مجتہدین کا ذکر ہے تو کہیں صوفیۂ کرام کا، کہیں وہ رومی وغزالی کی عظمتوں کو سلام پیش کرتے ہیں تو کہیں حضرت داتا گنج بخش ہجویری اور امام ربانی مجدد الف ثانی علیہم الرضوان کو۔ انہوں نے کسی پر تنقید نہیں کی اور کسی میں کیڑے نہیں نکالے، ایک یہ حضرت مودودی ہیں کہ نرے حضرت ہیں، نہ تو قبروں والے ان کے تیروں سے محفوظ رہے اور نہ دورِ حاضر کے مسلمان۔ اگر آپ کے سامنے اور کوئی بھی معیار نہ ہو، اسی پیمانے پر پرکھ لو، مودودی اسلام اور ملت اسلامیہ کا خیر خواہ ہے یا بدخواہ۔ کاش اُسے اللہ سے اور اللہ کے پیارے رسول ﷺ سے محبت ہوتی۔ ہاں ہاں اگر اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے بھی محبت ہوتی تو یقیناً اُسے ملت اسلامیہ کے اکابر سے بھی محبت ہوتی اور اصاغر سے بھی۔ اس کے طرز تحریر سے بھی محبت پھیلتی اور جو اقبال کے کلام کا اثر ہے، وہی اس کا بھی ہوتا۔ مگر اس نے اقبالؔ کے بالکل برعکس راستہ اختیار کیا، امت کے روشن ستاروں سے روشنی حاصل کرنے کی بجائے اُس نے روشنی ہی کا انکار کر دیا، اور پھر اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے مارتے

نے پیروئ قیس نہ فرہاد کریں گے　　ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

کتنا شور بپا کیا' اقبال نے بلایا تھا جناب مودودی صاحب کو، مگر پھر مودودی صاحب نے کیا کیا؟ بے وفائی، توقعات کا خون، اکابر اسلام کے خلاف پروپیگنڈا، توحید کے نام سے انتشار کی ناپاک کوشش، ساری ملت پر شرک کا فتویٰ اور مسلمانوں کو ماضی سے وابستہ کرنے کے بجائے ماضی سے

منقطع کرنے کا پروگرام، اقبال کو یہ شکایت کہ مسلمان اپنے بزرگوں سے دور ہو کر تباہ ہو رہے ہیں اور مودودی کے نزدیک بزرگوں سے وابستہ رہ کر بھی تباہی ہے۔ اقبال نے بلایا تو حسن ظن سے کام لے کر، مگر مودودی صاحب نے اپنے محسن کو ایسا پریشان کیا کہ اقبال کو بار بار کہنا پڑا (جیسا کہ الحقیقہ کے میلاد نمبر میں آچکا) 'ایہ وی ملاّ ای نکلیا'

بدقسمتی کی انتہا: مودودی صاحب نے امت پر نگاہ کی تو مشرک نظر آئی جو اس کے عقائد و معمولات پر غور کیا تو ہر طرف شرک ہی شرک دیکھا ہاں ہاں یہ وہی امت ہے، جس کے بارے میں کونین کے والی، دارین کے دولہا، رسولوں کے سالار علیہم السلام، نبیوں کے سردار حضور احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا فرما چکے ہیں:

﴿۱﴾ انی لست اخشیٰ علیکم ان تشرکو ابعدی (بخاری۔ مسلم)

ترجمہ: مجھے تمہارے بارے میں یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے

غور فرمایا، حضور پرنور ﷺ جنہیں بدترین دشمن بھی 'الصادق' کہا کرتے تھے، امت کو کیا تسلی دے رہے ہیں۔ اور مودودی جیسے لوگ امت کو 'شرک زدہ' ہی نہیں کہہ رہے گویا اللہ کے پیارے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم پر اعتماد بھی نہیں کر رہے، اور اعتماد کیوں نہیں؟ اس لئے کہ ایمان نہیں۔ جس کا اپنا ایمان نہ ہو وہ اگر سب کو بے ایمان کہتا ہے تو کیا عجب۔

﴿۲﴾ مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام اخرہ. (ترمذی)

ترجمہ: میری امت کی مثل اس بارش کی سی ہے کہ خبر نہیں کہ اگلی خیر ہے یا پچھلی

﴿۳﴾ ابشرو ابشروا انما مثل امتی مثل الغیث لا یدری اخرہ خیر ام اولہ

ترجمہ: خوش ہو جاؤ خوشی سناؤ کہ میری امت کی مثال بارش کی ہے، نہیں کہا جاتا کہ اس کی پچھلی اچھی ہے یا کہ اگلی

خدا کا شکر ہے حضور ﷺ ہمیں خوشی عطا فرما رہے ہیں، خوش ہونے کا حکم دے رہے ہیں اور خوشیاں سنانے کی تلقین فرما رہے ہیں، لہذا حضور ﷺ کے سب غلام خوش ہوں ان سب کو خوشی مبارک ہو۔ اے امت کو خوشیاں دینے والے کریم، اللہ آپ کو خوش رکھے، حضور صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے فرمان پر آپ کی ساری امت خوش ہے، ہاں کچھ لوگ خوش نہیں وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں ان کے نزدیک ساری امت مشرکہ ہے اور ناقابل بخشش۔ ان کا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی امت سے کوئی تعلق نہیں اور ان کو مایوس ہونا ہی چاہیے۔

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
دربدر یونہی خوار پھرتے ہیں

اسی حدیث پاک کے آخری حصے میں ایک جملہ ہے

کیف تھلک امۃ انا اولھا والمھدی وسطھا والمسیح اخرھا

ترجمہ: وہ امت کیونکہ ہلاک ہو سکتی ہے، جس کا اول میں ہوں اور درمیان مہدی اور آخر میں مسیح ہوں

اللہ اکبر۔ کیف تھلك امۃ کتنی ایمان افروز خوشخبری ہے۔

(۴) اس ارشاد مبارک پر غور کیجئے

لایزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتیٰ یاتی امر اللہ وھم علی ذالک (بخاری، مسلم)

ترجمہ: میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حکم الٰہی پر قائم رہے گی۔ انہیں وہ نقصان نہ دیں گے جو انہیں رسوا کریں نہ وہ جوان

کی مخالفت کریں حتیٰ کہ اللہ کا حکم آئے گا حالانکہ وہ اس حال پر ہوں گے۔

ان چند صفحات کو بغور پڑھ کر اندازہ لگائیں، اس خصوصی پس منظر میں امت کو اس دور میں رسوا کرنے والا کون ہے اور اس کی مخالفت کرنے والا کون؟ اور حضور ﷺ اور اس کو رسوا کرنے والے اور دوسرے مخالفین میں تقدیر کا آخری فیصلہ کس کے ساتھ ہے۔

اب آگے آئیے جس امت کے بارے میں مودودی صاحب بہت مایوس ہیں، جسے رسوا کرنے پر کمر باندھے ہوئے ہیں، جس کے تابناک ماضی سے بھی ان کی آنکھیں بند ہیں۔ اور جس میں انہیں ایک شخص بھی اپنے برابر نظر نہیں آتا۔ اس کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ اکٹھا سنئے

عن بهزبن حكيم عن ابيه عن جده انه سمع رسول الله ﷺ يقول فى قوله تعالىٰ كنتم خيرامة اخرجت للناس قال انتم تتمون سبعين امة انتم خيرهاواكرمها على الله تعالى (ترمذی۔ابن ماجہ)

ترجمہ: روایت ہے، بہز بن حکیم سے وہ اپنے والد وہ دادا سے راوی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا رب تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق کہ کنتم خير امة اخرجت للناس (یعنی تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی) فرمایا کہ تم نے امتوں کی تعداد کو پورا ستر کر دیا ہے اور تم خدا کی نظر میں ان سب امتوں سے بہتر اور معزز ہو۔

حضور پر نور ﷺ کے ان ارشادات کی روشنی میں بلکہ اللہ جل مجدہ کے اس فیصلے کے مطابق (جو ابھی ابھی گزرا) امت مسلمہ بہت خوش نصیب ہے کیونکہ اس کی نسبت اس ذات پاک سے ہے جو رحمۃ للعلمین ہے۔ حضور پر نور ﷺ خیر الوریٰ ہے تو امت خیر الامم اور حضور پر نور ﷺ خاتم الرسل ہیں تو امت خاتم الامم ہے خاتم الاقوام۔ ہاں جس حبیب عظیم ﷺ کی نسبت کی برکت سے شہر، ملک، قبیلہ، خاندان اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عزت و عظمت ملی، اسی محبوب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی نسبت نے امت کی قسمت کو چار چاند لگا دیئے، مگر یہ بدقسمتی کی انتہا ہے کہ مودودی صاحب اس امت سے بالکل مایوس ہیں اور چند ایمان فروش حواریوں کے سوا انہیں کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔

سنیں اور خوب سنیں حضور پر نور ﷺ آخری نبی و رسول ہیں۔ آپ پر نبوت و رسالت کا دروازہ اس لئے بھی بند کیا گیا کہ وصال فرمانے کے باوجود حضور ﷺ کی فیض باری میں کوئی کمی نہیں آئی۔ آج بھی آپ کی عنایات و نوازشات میں کوئی کمی نہیں آئی۔ حضرت علامہ قسطلانی قدس سرہ آداب زیارت کے بیان میں تصریح فرماتے ہیں۔

لافرق بين موته وحياته فى مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونياتهم وعزائمهم و خواطرهم ذلك عنده جلى لاخفاء به (مواہب لدنیہ)

ترجمہ: اپنی امت کے مشاہدے اور ان کے احوال، نیات، عزائم اور خواطر کی معرفت میں حضور ﷺ کا دنیا میں جلوہ گر رہنا اور یہاں سے تشریف لے جانا برابر ہے۔ حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ کا عقیدہ بھی گذشتہ صفحات میں آ گیا ہے، پھر ایمان تازہ کر لیں۔

"شاید بعض لوگ یہ سمجھتے ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اب تبلیغ دین نہیں فرماتے۔ ایسا سمجھنا مذہب عشق میں داخل خطا کاری ہے رسول اللہ ﷺ کی کوئی قوت ایسی نہ تھی جسے وقتی یا زمانی سمجھا جائے۔ حضور ﷺ قیامت تک کے لئے پیشوائے انسانیت ہیں، اس کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ کا جلال بھی قیامت تک کارفرمائی کرے گا اور جمال بھی۔ آپ ﷺ قیامت تک کے مجاہد ہیں، قیامت تک کے مبلغ ہیں، قیامت تک مصلح ہیں اور قیامت تک رحمۃ للعلمین ہیں بلکہ اس سے بھی آگے، بہت دور تک۔

مختصر یہ کہ حضور پر نور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد کسی اور رسول و نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی اس لئے بھی ضرورت نہیں، آپ کا علم، عرفان، مجاہدہ مشاہدہ، حکومت تصرف اور فیض سب کچھ بالکل پہلے کی طرح بلکہ

و للاخرة خیر لک من الاولی ۔ (الضحیٰ۔۴)

ترجمہ:اور بے شک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے)

کے مصداق ہر وصف وکمال دمبدم ترقی پر ہے۔

بظاہر بھی دیکھ لیجئے،آپ کی ہر سنت، ہر ادا، ہر عمل اور ہر قول زندہ ہے۔جو کام ایک بار آپ نے کرلیا، زندہ جاوید ہو گیا اور جو سنت آپ نے قائم کردی، متروک ہونے کے باوجود روئے زمین سے غائب نہ ہو سکی۔مثلاً رفع یدین کیا اور پھر چھوڑ دیا۔چونکہ کچھ دن کیا اس لئے کچھ لوگ اس پر عمل کرنے کی طرف لگادیئے اور چونکہ بعد میں چھوڑ دیا لہذا اسے چھوڑنے پر اکثر امت کاربند رہی۔

جو کتاب مجید آپ پر نازل ہوئی، وہ بھی ہمیشہ کے لئے محفوظ کردی گئی اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی قادر مطلق نے اپنے ذمے لی۔لہذا پہلی آسمانی کتابوں کے برعکس اس کا حرف حرف بلکہ شوشہ شوشہ محفوظ ہے۔پہلی کتابوں کی حفاظت اُن قوموں کے پادریوں کے ذمہ تھی جنہوں نے خود اس میں بدترین تحریفات کیں اور ابھی تک ان کا شوق پورا نہیں ہوا۔تحریف کرتے رہے اور کرتے جاتے ہیں۔مگر ہزاروں طوفاں اٹھے، لاکھوں آندھیاں آئیں، کیسے کیسے انقلاب آئے، نظم جہاں درہم برہم ہوا، ملت اسلامیہ بار بار کس پرسی کی شکار ہوئی، ہزاروں لاکھوں کتابیں جلادی گئیں مگر قرآن پاک پھر بھی ان تمام طوفانوں اور انقلابوں کی دست بروسے محفوظ رہا کیونکہ وعدہ ربانی تھا

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون ۔ (الحجر: ۹)

ترجمہ: بے شک یہ قرآن ہم نے اتارا اور بے شک ہم اس کے محافظ ہیں۔

پھر کائنات کی یہ وہ تابندہ درخشندہ حقیقت ہے جس کا دشمن بھی انکار نہیں کرسکے۔چنانچہ (ایف۔ایف۔آر بتھ ناٹ) کے بقول

This has remained the same ,without any change or alteration. (The Construction of the Bible and Quran)

ترجمہ: قرآن پاک اُسی طرح رہا ہے (جیسے نزول کے وقت تھا) بغیر کسی تبدیل وترمیم کے۔

قرآن کی حفاظت سے مراد: غزالیٔ دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قرآن صرف الفاظ کا نام نہیں بلکہ القرآن اسم النظم والمعنیٰ جمیعا ۔لہذا جب تک معنیٰ کو بھی محفوظ نہ مانا جائے، اس وقت تک محفوظیت قرآن کا دعویٰ قابل تسلیم نہ ہوگا اور محفوظیت قرآن کا معتقد وہی شخص قرار پائے گا جو الفاظ کے ساتھ معانی قرآن کو بھی محفوظ مانتا ہو (حجیت حدیث)

معلوم ہوا قرآن پاک کا اطلاق ہوتا ہے الفاظ ومعانی پر۔قرآن محفوظ تو اس کے الفاظ بھی محفوظ ہیں اور معانی بھی۔سنت کے اس حد تک محفوظ رہنے کا سبب بھی یہی ہے کہ اس سے قرآنی الفاظ کے اصل مرادات ومفاہیم کا پتا چلتا ہے۔کیونکہ قرآن پاک کی رو سے حضور ﷺ کے منصب رسالت کا ایک اہم عنوان ہے

یعلمهم الکتب والحکمة یعنی حضور ﷺ اہل ایمان کو کتاب وحکمت سکھاتے ہیں (اس مضمون کی اور آیات بھی ہیں)

چنانچہ حضور پرنور ﷺ قرآنی الفاظ الصلوۃ، الصوم، الحج وغیرہ کا جو مفہوم بتاتے ہیں وہی یقینی وحتمی ہوگا۔لہذا ضروری ہے قرآن کریم کی حفاظت میں سنت کی حفاظت کا وعدہ بھی شامل ہو۔غور کیجیے جب سنت اس لئے محفوظ کردی گئی کہ قرآن مجید کی حفاظت کا ایک اہم تقاضا اس (سنت) کا محفوظ اپنا بھی تھا۔اگر اتنی حقیقت واضح ہوگئی ہے تو سوچیے قرآن پاک کے اپنے الفاظ کے معانی کا محفوظ رہنا کتنا ضروری ہوگا۔جس طرح قرآن پاک کے الفاظ کو نہیں بدلا جاسکتا یونہی الفاظ قرآنی کے معانی کو کیونکر بدلا جاسکتا ہے۔اب اگر کوئی شخص یہ شور مچاتا ہے کہ نزول قرآن پاک کے وقت بعض الفاظ

کے اور معانی تھے۔ پھر بعد کے ادوار میں وہ معانی بدل دیئے گئے اور اب امت تک تفاسیر حتیٰ کہ لغت کے ذریعے جو معانی پہنچے ہیں، یہ وہ نہیں ہیں بلکہ بعد کے من گھڑت ہیں تو وہ بد بخت قرآنی تفاسیر اور لغت کی کتابوں پر ہی حملہ آور نہیں بلکہ قرآن پاک کی حفاظت کے خلاف خرافات بک رہا ہے۔ اس بھلے مانس سے ذرا یہ تو پوچھئے کہ تمہیں یہ اطلاع کہاں سے ملی ہے کہ اس دور میں معانی اور تھے، اب اور ہیں۔ اچھا ظالم یہ تو بتاؤ بدلے تو کس نے بدلے، کب بدلے اور کیا بدلے یعنی پہلے کیا تھے اور اس کی دلیل کیا ہے)

حقیقت یہ ہے کہ امت مسلمہ کے پاس بہت بڑا خزانہ ہے تو وہ قرآن پاک ہے زندہ نبی پر زندہ خدا کی اترنے والی زندہ کتاب زندہ نبی کا زندہ معجزہ ہے (علیہ الصلوۃ والسلام) اور آپ کے امتیازات میں سے ہے خود ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ: انبیاء (علیہم السلام) میں سے ہر ایک نبی کو معجزات میں سے صرف اتنا حصہ دیا گیا کہ اس پر انسان ایمان لا سکے اور مجھ کو وحی (قرآن پاک) کا معجزہ دیا گیا جو اللہ نے مجھ پر نازل کیا ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکاروں کی تعداد تمام انبیاء سے زیادہ ہوگی۔ (بخاری، مسلم)

اس کتاب نے اپنے نبی حق ترجمان ﷺ کی زبان پاک سے ادا ہو کر دل و دماغ کو روشن کرنے کا جو انداز اختیار کیا تھا، اب اس میں کوئی کمی نہیں آئی۔ آج بھی علم و عرفان کا بے مثال خزینہ ہے اور آج بھی اس سے فیض پانے والے ایک دو نہیں ہزاروں لاکھوں ہیں۔ داتا گنج بخش، خواجہ غریب نواز، حضرت مجدد الف ثانی علیہم الرضوان جیسی شخصیات کے پاس شہنشاہ ﷺ مدینہ کا یہی معجزہ تھا جس کے نور سے ارواح وضمائر کو چمکاتے رہے اور آج بھی ملت اسلامیہ کے پاس اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی برکت سے اللہ کا یہی کلام ہے۔ جو شفاء لما فی الصدور کے جلوے دکھا کر ظاہر و باطن کے امراض کا شافی علاج ہے کونسا علم ہے جس کے سوتے اس کتاب مبین سے نہیں پھوٹے اور کونسا عرفان ہے جس کا دارومدار اس پر نہیں۔ آج امریکہ اور یورپ کی تیرہ و تاریک فضاؤں جہاں مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے اور حسب مقدور ان بے چاروں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، کونسی قوت ہے جو لوگوں سے اپنا لوہا منوا رہی ہے۔ ہاں وہ ہے قرآن پاک۔ جیلوں میں کالے اس کا انگریزی ترجمہ پڑھتے ہیں تو بے تابی سے حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں، سائنسدان اس کے الفاظ کے معانی کی وسعتوں میں کھو جاتے ہیں تو ایک ایک لفظ میں انہیں معانی کے سمندر ٹھاٹھیں مارتے نظر آتے ہیں۔ جی ہاں یہ قرآن پاک کا فیض ہے کہ کسی پہلو بھی اس کی حد و نہایت نہیں ہے۔

شیطان مطمئن ہے کہ مسلمان قرآن سے دور ہو گیا ہے مگر ڈرتا ہے کہ پھر کہیں قریب نہ آ جائے۔ چنانچہ اقبال علیہ الرحمہ کی نظم 'ابلیس کی مجلس شوریٰ' میں شیطان کا صدارتی خطاب بھی ہے، جس میں اس نے اپنے امت مسلمہ کے بارے میں خدشات کا یوں اظہار کیا ہے۔

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے ید بیضا ہے پیران حرم کی آستیں
عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کہیں
الحذر ! آئین پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام سے سو بار الحذر
حافظ ناموس زن مرد آزما ، مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوع غلامی کے لئے

نے کوئی فغفور وخاقاں ، نے فقیر رہ نشین
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک صاف
منعموں کو مال ودولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکرونظر کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں ، اللہ کی ہے یہ زمیں
چشم عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقیں

ہاں ہاں شیطان کی اور اہل شیطان کی ساری تدبیروں کا حاصل اسی قدر ہے کہ مومن محروم یقین رہے۔ یہی وجہ تھی کہ انگریزوں نے مولانا اسمٰعیل دہلوی سے تقویت الایمان لکھوا کر اس کا پہلا ایڈیشن برصغیر میں مفت تقسیم کیا جس میں اللہ کے محبوبان بارگاہ کی گستاخیوں کے ساتھ ساتھ یہ پراپیگنڈا بھی ہے۔

اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال کہ جب وہ کچھ حکم فرماتا ہے وہ سب رعب میں آ کر بے حواس ہو جاتے ہیں اور ادب اور دہشت کے مارے دوسری بار اس بات کی تحقیق اس سے نہیں کر سکتے بلکہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں اور جب اس بات کی آپس میں تحقیق کر لیتے ہیں سوائے آمنا صدقنا کے کچھ نہیں کہہ سکتے (تقویت الایمان)

اسی قرآن پاک کی حتمیت کو مشکوک کرنے کے لئے مولانا محمد قاسم بانی دارالعلوم دیوبند نے کہا۔

'کہ پھر دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے، جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں، ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں۔(تصفیۃ العقائد)'

اب اسی سلسلے میں مولانا مودودی کے افکار وخیالات پر غور کیجئے' اگر آپ کو قدرت نے سوچنے والا دماغ دیا ہے تو لیجئے۔

''لیکن بعد کی صدیوں میں رفتہ رفتہ ان سب الفاظ (عبادت عبد، الٰہ، دین) کے وہ اصل معنیٰ جو نزول قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے، بدلتے چلے گئے یہاں تک کہ ہر ایک اپنی پوری وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مفہومات کے لئے خاص ہو گیا۔ اس کی ایک وجہ تو خالص عربیت کے ذوق کی کمی تھی، اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اسلام کی سوسائٹی میں جو لوگ پیدا ہوئے تھے، ان کے لئے الٰہ اور رب اور دین اور عبادت کے وہ معانی باقی نہ رہے تھے جو نزول قرآن کے وقت غیر مسلم سوسائٹی میں رائج تھے۔ انہی دونوں وجوہ سے دور اخیر کی کتب لغت وتفسیر میں اکثر قرآنی الفاظ کی تشریح اصل معانی لغوی کے بجائے ان معانی سے کی جانے لگی جو بعد کے مسلمان سمجھتے تھے'' (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ص ۹)

اگر قدرت نے آپ کو بات سمجھنے کی توفیق بخشی ہے تو فرمائیے، اسلام کے لئے اس عبارت سے زیادہ خطرناک اور زہریلی عبارت کیا ہو سکتی ہے۔ بغیر کسی دلیل کے صاف صاف بک دیا، نزول قرآن کے وقت مخصوص الفاظ واصطلاحات اور تھے بعد میں اور ہو گئے۔ فرمائیے کیا چودہ سال کی تاریخ میں یہ بات کسی اور نے بھی کہی۔ ہاں اسلام کا بدترین دشمن ہی ایسی دور کی کوڑی لا سکتا ہے ورنہ خیر خواہ کبھی اس کفر کا ارتکاب نہیں کرتا۔

☆☆☆

تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور حضور مفکر اسلام علامہ پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ و علی مرقدہ

مقالہ نگار
صاحبزادہ سید حسین شاہ القادری بخاری
مدیر اعلیٰ مجلّہ الحقیقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفکر اسلام، عاشق رسول، عمدۃ المحققین حضرت پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ(۱۹۳۹ء - ۲۰۰۶ء) دنیائے اہل سنت کے ایک نامور، نڈر اور بے باک مجاہد تھے۔ آپ صاحب کردار، مصنف باکمال، ادیب بے مثال اور صوفی باصفا تھے۔ ساری زندگی نہایت سادگی سے گزاری۔ نمود و نمائش اور فخر و تکبر سے کوسوں دور رہے۔ آپ کے والدین نہایت پارسا اور پاکباز تھے۔ گویا مسلک حب نبی ﷺ کی پاسبانی آپ کو ورثہ میں ملی۔ حضرت نقش لاثانی پیر سید علی حسین شاہ علیہ الرحمۃ (علی پور سیداں، سیالکوٹ) سے نہ صرف بیعت تھے بلکہ سندِ خلافت بھی حاصل تھی۔ ساری زندگی درس و تدریس میں گذری، علم و ادب کے ایسے آفتاب تھے جہاں گئے اپنی نورانی کرنوں سے اجالا کرتے گئے۔ آپ ایک ایسے غلامِ رسول تھے جو اپنوں کے لیے شیر و شکر اور گستاخوں کے لیے تیغ مسلول تھے اسی لیے بارگاہ نبی ﷺ میں مقبول تھے۔(۱)

مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ راہ ورسم و منزل ھا کے راہی تھے۔ آپ نے فتنوں کے تعاقب میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ تمام باطل فرقوں کے رد میں آپ نے قلم اٹھایا۔ ان میں دیوبندیت، وہابیت، رافضیت، مودودیت، اور قادیانیت خاص طور پر شامل ہیں۔

پیش نظر مقالہ میں آخرالذکر فتنہ قادیانیت کے رد میں آپ کی خدمات کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

عقیدہ ختم النبوت ہم مسلمانوں کی پہچان اور جانِ ایمان ہے۔ ہمارے پیارے نبی آخر الزمان حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کے بعد کسی کو نبی ماننا یا جو آپ کے آخری نبی ہونے میں شک کرے وہ بھی بالا جماع کافر ہے۔

منکرین رسالت نے ہر دور میں اس اجماعی عقیدے پر حملہ آور ہونے کی ناکام کوشش کی ہے۔ نئے نئے مدعیان نبوت سامنے آئے لیکن مجاہدین ختم نبوت نے ان مدعیان کو بروقت تعاقب کیا اور گلشن اسلام کی پاسبانی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ یوں تو برصغیر میں منکرین رسالت کے کئی گروہ ہیں لیکن ان میں انگریز کا خود کاشتہ " فتنہ قادیانیت " نمایاں طور پر سامنے آیا۔ اس فتنہ کی قیادت گورداس پور کے مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی نے کی۔ اس نے مجددیت سے نبوت کا اپنا پرفریب جال پھیلایا اور کئی مسلمانوں کو ورغلایا۔

اہل سنت و جماعت کے عظیم علماء و مشائخ نے اس فتنہ کے خلاف بھرپور جہاد کیا اور سادہ لوح مسلمانوں کو اس کے دام فریب سے بچانے کی سعی فرمائی۔ اگرچہ وقتی طور پر یہ فتنہ دب گیا لیکن مکمل طور پر ختم نہ ہوسکا، اسی لئے اس فتنہ کا تعاقب جاری ہے۔

مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ شیفتہ رسول ﷺ تھے اسی لئے تحریک تحفظ ختم نبوت میں نمایاں طور پر سامنے آئے۔ عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات ملاحظہ ہوں:

☆......حضور سید عالم نور مجسم ﷺ آخری رسول اور آخری نبی ہیں۔ آپ کی ختم نبوت پر ایمان اتنا ہی ضروری ہے جتنا آپ کی نبوت و رسالت پر۔ آپ کو نبی اور رسول مان کر آپ کی خاتمیت کا انکار کرنے والا سخت مکار اور اسلام کا دشمن ہے۔

☆......عقیدہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے اور کثیر آیات کریمہ، متعدد احادیث شریفہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کے وصال کے قریب جب کچھ لوگوں نے نبوت کا دعوی کیا تو خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر ان کا بروقت قلع قمع ضروری سمجھا اور اس حقیقت کو پوری طرح واضح کر دیا کہ اہل ایمان منکرین ختم نبوت کو کسی صورت برداشت نہیں کر سکتے۔

☆......حدیث پاک کی رو سے سرکار ابد قرار ﷺ کی بعثت کے بعد نبوت کا دعوی کرنے والا کاذب (جھوٹا) ہی نہیں کذاب (بہت بڑا جھوٹا) اور داجل (دھوکا دینے والا اور حق کو چھپانے والا) ہی نہیں دجال (بہت زیادہ دھوکا دینے والا) ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ تیس کے قریب جھوٹ بولنے والے دجال پیدا نہ ہوں۔ ان میں سے ہر ایک یہ دعوی کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

☆......کذاب اس لئے کہ اس نے مخلوق پر نہیں بلکہ خالق پر جھوٹ باندھا اور وہ بھی ایسا جس سے محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا کی فضیلت خاصہ کا انکار لازم آتا ہے اور دجال اس لئے کہ اس نے ولایت وقطبیت کا دعوی کر کے کوئی عام دھوکا نہیں بلکہ نبوت و رسالت کا دعوی کر کے بہت بڑا دھوکا دیا۔ اس دعوی کے بعد پھر ظلی و بروزی وغیرہ کے الفاظ سے اپنے دجال ہونے کو مزید واضح کر رہا ہے۔ (۲)

منکرین ختم نبوت کے بارے میں مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمۃ کے جذبات واحساسات ملاحظہ فرمائیے:

"یوں تو ایمان اور کفر دو متضاد حقیقتیں ہیں ہی مگر جہاں یہ تضاد اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے وہ اسلام وقادیانیت کا مسئلہ ہے، اسلام میں ختم نبوت کا عقیدہ ضروریات دین میں خاص اہمیت کا حامل ہے جو شخص اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے رسولوں پر، یوم آخرت پر اور تقدیر پر تو ایمان رکھتا ہے مگر حضور خاتم النبیین ﷺ کی خاتمیت کا منکر ہے، اسی طرح کافر جیسے خدا کو نہ ماننے والا یا حضور ﷺ کی رسالت کا انکار کرنے والا، بلکہ ختم نبوت کے عقیدے میں جسے شک ہو، وہ بھی مومن نہیں، اور جو ایسے شک کرنے والے کے کفر میں شک روا رکھے، وہ بھی دائرہ ایمان سے خارج ہے" (۳)

کافر اور مرتد میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمۃ کے قلم سے سماعت فرمائیے:

ختم نبوت کا منکر کافر ہے اور جسے پہلے تو اقرار تھا، بعد میں انکار ہوا وہ مرتد ہے۔ کافر اسلامی حکومت کے زیر سایہ ذمی بن کر سکون سے زندگی بسر کرنے کا حق رکھتا ہے مگر مرتد چونکہ حکومت کا ہی نہیں اسلام کا بھی باغی وغدار ہے، اس لئے واجب القتل ہے تاکہ آئندہ دین حق کے خلاف کوئی سازش نہ کر سکے اور وہ لوگ جو چند ٹکوں کی خاطر اسلام دشمنوں کے ہاتھ اپنا ایمان وضمیر فروخت کر دیتے ہیں، قتل کی سزا پا کر عبرت کا سامان بن سکیں۔ قادیانی مرتد ہیں اور ان کے ساتھ وہی سلوک ہونا چاہیے جو رب العالمین کی کتاب اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی سنت کے مطابق ہے، وہ لوگ جو دنیا کی خاطر دین سے پھر گئے، اگر ان سے ان کے جرم کے مطابق سلوک کیا جاتا ہے تو یقیناً وہ جان کے لئے واپس دین کا رخ کریں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام مذہبی رواداری کا قائل ہے اور اسلامی حکومت نے ہمیشہ اپنی رعایا کو مذہبی آزادی سے نوازا ہے، مگر مرتدوں اور غداروں کو معاف کرتے رہنا رواداری نہیں بلکہ خودکشی ہے (۴)

فتنہ قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کی سیرت وکردار پر مجاہدین ختم نبوت نے بہت کچھ لکھا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے لیکن محافظ عقیدہ ختم نبوت حضور مفکر اسلام حضرت آسی علیہ الرحمۃ نے مرزا کا تعارف کچھ اس انداز سے کرایا ہے کہ دریا کو کوزے میں بند فرمایا ہے۔

دیکھئے کس طرح صرف ایک پیراگراف میں مرزا کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو احاطہ تحریر میں لایا ہے:

"اسلام دشمنی قادیانیوں کے رگ وریشہ میں سمائی ہوئی ہے ان کی ابتدا کسی عظیم و محترم شخصیت سے نہیں ہوئی بلکہ اس فتنے کا بانی ایسا شخص تھا جو بدصورت بھی تھا اور بدسیرت بھی اور جس کے باپ دادا بھی اپنے دور میں اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کا سودا کرتے رہے۔اس شخص کا بچپن، جوانی اور بڑھاپا، نبوت وولایت تو بڑی بات ہے، عام اخلاقی اعتبار سے بھی قابل تعریف نہ تھا۔اس کے "الہام" انگریز کی طرف سے تھے اور بعض ایسے کہ عدالتوں میں ان سے معذرت کرنی پڑی۔وہ مراق کا مریض تھا اور شراب کو بطور دوا استعمال کرتا تھا۔اس کی جوانی کی شاعری سخت آوارہ اور گھٹیا ہے۔اسلام کے دشمن مسلمانوں کے مذہبی تشخص کو برداشت نہیں کرتے تھے۔اس لئے وہ اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے پاکستان کے دشمن تھے۔چناچہ مرزائیوں نے بھی مخالفت کی اور انہی کی وجہ سے ضلع گورداسپور بھارت میں شامل کیا گیا۔"(۵)

مرزا قادیانی کی نقاب کشائی کرتے ہوئے مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

"بہرحال انگریزوں کو نبوت کے جعلی مدعی کی ضرورت محسوس ہوئی تو امیدواروں سے ڈی سی آفس سیالکوٹ میں باقاعدہ انٹرویو لئے گئے۔ ڈل فیل غدار اعظم ابن غدار مرزا غلام احمد قادیانی اس امتحان میں کامیاب ٹھہرایا گیا۔اس کا باپ بھی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کا طرف دار تھا، بیٹا باپ سے بازی لے گیا اور تیس مردود ملعون شخصیات جنہیں الصادق الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کذاب اور دجال کا لقب دیا۔ان گنتی کے افراد میں شامل ہو کر اپنے دور کا مسیلمہ کذاب بن گیا۔اس کا مسلمانوں، کافروں، ہندوؤں، عیسائیوں، دہریوں غرض جس سے بھی مقابلہ ہوا، اس کو شکست فاش ہی ہوتی۔کیونکہ مسلمانوں کے سوا دوسرے کافر تھے تو یہ اکفر، دوسرے کاذب تھے تو یہ کذاب، دوسرے داجل تھے تو یہ دجال۔اس نے جس کے خلاف بھی پیش گوئی کی، جھوٹی نکلی۔انگریزوں کی رحمت سے اس نے دنیا بہت کمائی مگر اللہ کی لعنت سے وہ اس کے کسی کام نہ آئی۔اس کا بچپن پرعیب، اس کی جوانی آوارہ، اس کا بڑھاپا شرم وحیا سے عاری بلکہ اس کی سیرت پر کسی بھی زاویہ نظر سے غور کریں، بدبو ہی بدبو، ظلمت ہی ظلمت، شر ہی شر، شیطانیت ہی شیطانیت، انسان کو جس جس زاویے سے پرکھا جاسکتا ہے اس پر پرکھ لیجئے، یہ ہر معیار پر ملعون، کذاب، دجال، شیطان، مرتد نظر آئے گا۔"(۶)

مرزا قادیانی کی وہ کفریہ عبارات جن میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ والہ وسلم، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار کی شان میں صریحا گستاخی پائی جاتی ہے۔ان کی نشاندہی میں تو کوئی حرج نہیں لیکن ان گستاخیوں کو بار بار زبان پر لانا نامناسب ہے۔مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کا درج ذیل واقعہ پڑھیے اور ان کی غیرت ایمانی کو داد دیجئے:

"یوں ہی مجھے یاد ہے کہ سیالکوٹ میں ایک نوجوان وہ ناپاک جملے تقریر کے دوران سنا رہا تھا جو مرزا قادیانی نے حضور سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علی ابیہا وعلیہا کی شان میں بکے ہیں تو میں نے اسے جلسے کے بعد الگ لے جا کر پوچھا کہ اگر کوئی شخص تمہاری ماں بہن کے بارے میں بکواس کرے تو کیا جلسہ عام میں اس کا من وعن ذکر کرو گے؟ اس نے کہا نہیں، تو میں نے کہا کہ تمام کائنات کے آقا و مولا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صاحبزادی ہی کو اس قابل سمجھا کہ ایک شیطان لکھے اور دوسرا اعلانیہ سناتا پھرے۔خیر اس نے توبہ کر لی"(۷)

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مجاھدانہ کردار ادا کیا۔تحفظ ختم نبوت کے لئے مختلف مقامات پر کانفرنسوں کا انعقاد کیا۔جلوس نکالے اور مسلمانوں کو مرزا قادیانی کی حقیقت سے آگاہ کیا اور عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ گورنمنٹ ہائی سکول شکر گڑھ میں آپ نے ایک جلسہ میں قادیانیت کے رد میں اتنی زبردست تقریر فرمائی کہ باطل کے ایوانوں میں زلزلہ آگیا اور حکومت نے آپ کو پابند سلاسل کر دیا البتہ عوام کے شدید دباو کے پیش نظر حکومت نے کچھ عرصہ بعد آپ کو رہا کر دیا تھا۔(۸)

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی کامیابی کے بعد قادیانی زخم خوردہ ہو کر اندرون خانہ سازشوں میں مصروف ہو گئے۔۱۹۸۳ء کے بعد تو

قادیانیوں نے پورے زور شور کے ساتھ اسلام کے خلاف کام کرنا شروع کر دیا۔ان دنوں ختم نبوت یوتھ فورس کے پلیٹ فارم پر جن سرفروش نوجوانوں نے ملک بھر میں تہلکہ مچایا اور قادیانی سازشوں کا طشت از بام کیا ان کی سرپرستی کرنے والوں میں حضور نقش لاثانی کے منظورِ نظر مرید حضرت پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہایت روشن اور نمایاں تھا۔آپ کے ایک شاگرد شجاعت علی مجاہد کو یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ اس تحریک میں سب سے پہلے گرفتار ہوئے۔بالآخر یہ تحریک کامیاب ہوئی اور ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت صدارتی آرڈیننس نافذ ہوا کہ کوئی قادیانی شعائر اسلام استعمال نہیں کر سکتے اور نہ ہی اپنی تبلیغ کر سکتے ہیں۔(۹)

مفکر اسلام علامہ پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ نے غلبہ حق کی بحالی اور دفاع اسلام کے لے ایک عظیم تحریک شیران اسلام کا قیام عمل میں لایا۔آپ کی یہ تحریک تمام باطل قوتوں کے خلاف آج تک برسرپیکار ہے۔قادیانیوں کے رد میں اس تحریک کا ایک خاص شعبہ ختم نبوت قائم ہے جس کے زیر اہتمام تحفظ ختم نبوت پر مشتمل لٹریچر چھپوا کر لاکھوں کی تعداد میں مفت تقسیم ہو رہا ہے۔تحریک کے ترجمان ماہنامہ مجلّہ الحقیقہ میں بھی قادیانیت کے رد میں مقالات شائع کئے گئے ہیں۔ستمبر ۲۰۰۱ء میں اس کا ایک شاندار ختم نبوت نمبر شائع کیا گیا تھا جو علمی حلقوں میں بے حد مقبول ہوا۔اب اس کا ایک عظیم وضخیم تحفظ ختم نبوت نمبر بھی منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔ان شاء اللہ(۱۰)

تحریک شیران اسلام کے زیر اہتمام آپ شکر گڑھ میں خصوصی طور پر ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد فرماتے تھے اور اپنے شاگردوں اور مریدوں کو حکم دیتے تھے کہ اپنے اپنے شہروں میں ختم نبوت کانفرنسوں کا اہتمام کرو، پھر آپ خود بھی علالت اور پیرانہ سالی کے باوجود ان کانفرنسوں میں جاتے اور سرپرستی فرماتے تھے۔

مفکر اسلام حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ ایک نامور نعت گو شاعر تھے۔آپ نے اپنی شاعری میں بھی عقیدہ ختم نبوت کو احسن انداز میں پیش فرمایا ہے۔نغمات میلاد میں آپ نے ختم نبوت کے موضوع کو کچھ اس انداز میں پیش فرمایا ہے:

جنہیں کہتا ہے ایماں تاجور ختم نبوت کا — بالآخر خاتم پیغمبراں تشریف لے آئے
تعالیٰ اللہ جو ہیں فاتح دور نبوت بھی — وہی ہاں خاتم پیغمبراں تشریف لے آئے
سب رسولوں کے کمالات کے جامع ہیں حضور — مقطع نظم نبوت نہیں ان سا کوئی
خوب سوچو تو یہ ہے ختم نبوت کا پیام — اب سوا ان کے کسی کا نہیں چارہ کوئی
اول الخلوق کی نوری ہدایت پر سلام — خاتم قصر ہدایت کی نہایت پر سلام (۱۱)

تبرکات حرمین آپ کا ایک دوسرا نعتیہ مجموعہ ہے۔اس میں بھی آپ نے ختم نبوت کے موضوع پر خامہ فرسائی فرمائی ہے۔چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

وہ دانائے سبل ختم الرسل کا گنبد خضری — وہ شرف آدمیت کی جبیں کا جھومتا تمغا
شاہ ختم الرسل اور مولائے کل — سیدالانبیا ، مصطفےٰ مصطفےٰ
انبیاء میں ترا ثانی نہیں — تو کہ ہے ختم نبوت کا نگیں
وہ شاہ اولین و آخریں ہے — وہ بے شک رحمۃ للعلمیں ہے
خواجہ کل ، کریم و ختم رُسل — اے رسالت کے افتخار سلام
شاہ کونین شہنشاہ رسالت بھی ہیں — فاتح و خاتم ادوارِ نبوت بھی ہیں (۱۲)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق نعت شریف جس کا مطلع ہے

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی — سب سے بالا و والا ہمارا نبی

اس نعت شریف کی ردیف، زمین اور بحر میں حضرت آسی علیہ الرحمۃ نے ستائیس نعتیں لکھیں۔ان میں بھی ختم نبوت کے موضوع کو احسن انداز میں نبھایا ہے۔دو اشعار ملاحظہ ہوں:

سب رسولوں کا سردار ختم الرسل　　ہر نبی سے ہے اعلیٰ ہمارا نبی
اول الاولیں ہے ہمارا نبی　　آخرالآخریں ہے ہمارا نبی (۱۳)

آخر میں مفکر اسلام حضرت پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم پیغام جو حکومت کے نام ہے، پیش کیا جاتا ہے:

"ظاہر ہے ہم عاجز و بےکس بندوں کی کوششیں مجموعی طور پر کوئی فیصلہ کن اثر نہیں دکھا سکتیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت پاکستان قادیانیت کی اصل حقیقت کو پوری طرح سمجھے اور قوم کو اعتماد میں لے کر انگریز کے اس خود کاشتہ پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے، اگر پاکستان کی بقا، ترقی و استحکام مقصود ہے تو ایسا کرنا ہی ہوگا۔اسلامی جمہوریہ ہونے کی حیثیت سے بھی یہ اقدام ضروری ہے کیونکہ اسلام کا تقاضا اور جمہور کا مطالبہ یہی ہے"(۱۴)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے طفیل ہم سب کو عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنے کی توفیقات عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ اجمعین۔

﴿ حواشی و حوالے ﴾

(۱) دیکھئے: راقم کا مقالہ "حضور مفکر اسلام کی حیات و خدمات" مشمولہ ماہنامہ مجلّہ الحقیقہ، پاکستان اگست ۲۰۰۷

(۲) حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی "مرزا قادیانی کا مختصر تعارف"

(۳) حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی "پاکستان میں قادیانیت" مشمولہ

(۴) ایضا

(۵) ایضا

(۶) حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی: "سب سے بڑی سعادت" مقدمہ بر قادیانیت اسلام اور سائنس کے کٹہرے میں (تصنیف: عرفان محمود برق) مطبوعہ لاہور ۲۰۰۵، ص ۱۴

(۷) حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی: حضور نقش لاثانی کا مذہبی تعامل مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء ص ۵۹

(۸) ممنون احمد آسوی (مرید خاص مفکر اسلام) کی راقم سے زبانی گفتگو ۷ اگست ۲۰۰۷

(۹) دیکھئے محمد عارف نقشبندی: حضور نقش لاثانی اور تحریک ختم نبوت مشمولہ ماہنامہ مجلّہ الحقیقہ پاکستان ستمبر ۲۰۰۱، ص ۲۲

(۱۰) دیکھئے: ماہنامہ مجلّہ الحقیقہ پاکستان کے مختلف شمارے

(۱۱) دیکھئے: حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی: نغمات میلاد مطبوعہ لاہور

(۱۲) دیکھئے: حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی: تبرکات حرمین مطبوعہ لاہور ۲۰۰

(۱۳) دیکھئے: حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی: ہمارا نبی مشمولہ ماہنامہ مجلّہ الحقیقہ مارچ ۲۰۰۷

(۱۴) حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی: پاکستان میں قادیانیت مشمولہ ماہنامہ انوار لاثانی لاہور فروری ۱۹۸۹، ص ۸

☆☆☆

اصل الاصول بندگی اس تاجور ﷺ کی ہے

تقریر: حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

مرتبہ: علامہ محمد طاہر نقاش آسوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت: یایھاالذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون٥

مرحبا رمضان المبارک:

عزیزان گرامی قدر! یہ شعبان شریف کا آخری جمعہ ہے اس کے ختم ہوتے ہی رمضان المبارک کی مقدس، نورانی، ایمانی اور روحانی فضائیں ہمارے درمیان جلوہ فرما ہو جائینگی چونکہ حضور سید عالم ﷺ فرما چکے کہ

شعبان شھری و رمضان شھر اللہ

شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے

چنانچہ حضور ﷺ نے جس تزک و احتشام اور حزم و احتیاط سے یہ دونوں مہینے گزارے روایات اس بات پہ شاہد و عادل ہیں بلکہ رمضان شریف کے علاوہ جس مہینے میں آپ سب سے زیادہ روزے رکھتے وہ بھی ماہ شعبان ہی تھا۔ اسکے ساتھ ساتھ رمضان المبارک کے فضائل و برکات اور گویا خطبہ استقبالیہ کا اہتمام و انصرام بھی حضور ﷺ نے ماہ شعبان میں ہی کیا بلکہ اللہ ذوالجلال نے بھی ماہ رمضان کی عظمت کے حوالے سے جتنی آیات نازل فرمائی ہے وہ شعبان شریف میں ہی نازل فرمائیں۔ تو چونکہ ماہ شعبان میں رمضان المبارک کے فضائل و برکات سے لوگوں کو آگاہ کرنا سنت مصطفیٰ ﷺ ہے اس لئے میں نے اسی مناسبت کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ ذوالجلال کے فضل و کرم اور سرکار دو عالم ﷺ کی رحمتوں پہ بھروسہ کرتے ہوئے ایک آیہ مقدسہ تلاوت کرنیکا شرف حاصل کیا ہے جس میں اللہ نے اپنے محبوب کے غلاموں کو رمضان کی فرضیت کے حوالے سے گویا ایک مژدہ جانفزا عطا فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی کریم، رؤف و رحیم، در یتیم حضور احمد مجتبیٰ، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے رمضان شریف سے ایک دن پہلے لوگوں کو اکٹھا کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ماہ رمضان کے فضائل ارشاد فرمائے آپ نے ارشاد فرمایا

یایھاالناس قداظلکم شھر عظیم شھر مبارک شھر فیہ لیلۃ خیر من الف شھر (مشکوۃ شریف)

اے لوگو! تم پر ایک عظیم اور مبارک مہینہ سایہ فگن ہونیوالا ہے اور وہ ایسا بابرکت اور معزز مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

رمضان المبارک سے قبل ہی اس کی شان و عظمت سے لوگوں کو واقف کروانے کا اللہ تعالیٰ کا مقصد اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کا

مقصد (اور دونوں کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے) یہی تھا کہ لوگ اس کے جلوہ فرما ہونے سے قبل ہی اس کی برکات ذہن نشین کر لیں۔اس کا استقبال نہایت گرم جوشی سے کریں اور اپنے رب کے ساتھ گویا ایک عہد وفا کرنے کا پروگرام بنا لیں۔اور اس مہینے کی ایک ساعت بھی ضائع نہ کریں۔حضور ﷺ کے غلام یہ سمجھ لیں کہ رحمتوں اور برکتوں کا گویا موسمِ بہار آ رہا ہے۔محبوب دوعالم،نورمجسم شفیع معظم ﷺ نے اسی نقطہ نظر کے تحت اوراسکے علاوہ جو بے شمار حکمتیں اور رموز و اسرار جو آپ کے علم میں ہیں ہمارے علم میں نہیں۔آپ نے اس خطبے میں ارشاد فرمائے۔

تقاضائے ایمان، حضور ﷺ حاکم ومختار ہیں: ذرا غور فرمائیں حضور سرور کائنات،فخر موجودات ﷺ نے ارشاد فرمایا **یاایھا النا س** اے لوگو!یعنی گویا تمہاری انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو،تمہاری فطرت،تمہاری محبت،تمہارے انس اور عشق کا تقاضا یہ ہے کہ جس خدا کو تم اپنا رب مانتے ہو اس سے لولگانے کی کوشش کرو اور لولگانے کے لیے یہ مہینہ نہایت شاندار ہے۔جب کہ رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا **یاایھا الذین امنوا** اے ایمان والو!یعنی تمہارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جس نبی کا تم کلمہ پڑھتے ہو اسکے ہر حکم کی اتباع کرو،ان کے اشارہ ابرو پر سرتسلیم خم کردو،انکی عزت وناموس پر مرمٹنے کا جذبہ گل نہ ہونے پائے۔ایسا نہ ہو کہ ان کے احکامات میں سے اپنی من مرضی کے احکام چھانٹ لئے۔کچھ کو مانا کچھ سے روگردانی کی،کسی حکم سے اعراض کرنے کی جرات نہ کرنا،حکم چاہے اس دنیا میں سے تعلق رکھتا ہو،حکم چاہے آخرت سے تعلق رکھتا ہو حکم کا تعلق چاہے انفرادی زندگی سے ہو،چاہے عائلی اور اجتماعی زندگی سے ہو،حکم چاہے عبادت کے بارے میں ہو،چاہے سیاست کے بارے میں ہو،مرد مومن کو اپنے نبی کے کسی حکم کے سامنے چون وچرا کرنے کی اجازت نہیں۔

پچھلے دنوں نوائے وقت میں ڈاکٹر صفدر محمود صاحب،جو کہ بہترین مضمون نگاروں میں سے ایک ہیں اور انکے اندر ایک پاکستانی شعور ملتا ہے،نے ایک مضمون لکھا ہیں،کہتے ہیں

> ''قیام پاکستان سے قبل مولانا حسین احمد مدنی جو کہ کانگرس کے ایک ممتاز لیڈر تھے اور تقسیم ہند کے سخت مخالف تھے اپنی پارٹی کی حمایت کی غرض سے بنگال گئے اور لوگوں کو کانگرس کا ساتھ دینے کے لئے کہا،چنانچہ اپنی اس انتخابی مہم کے دوران ایک دن نماز فجر کی امامت فرمانے کے بعد مجمع عام میں کھڑے ہو کر کہنے لگے۔لوگو آج مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے آپ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمادیا ہے کہ پاکستان بن گیا۔قیام پاکستان کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اسے کوئی بننے سے نہیں روک نہیں سکتا۔لہذا چونکہ نبی کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ پاکستان بن گیا۔اب تو یہ بن کے رہے گا۔مجمع میں سے ان کا ایک مرید اٹھا اور کہنے لگا۔حضرت!جب نبی کریم ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ پاکستان بن جائیگا۔تو اب چلئے مسلم لیگ کا ساتھ دیجئے اور کانگرس کا ساتھ چھوڑ یئے کیونکہ اب کانگرس کے لئے انتخابی مہم چلانے کا کوئی جواز نہ رہا۔تو اس پر مولانا حسین احمد مدنی نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے سارے احکامات ماننے کے قابل نہیں''(معاذ اللہ) (نوائے وقت 16 اگست 2003ء)

حضرات گرامی.ذرا غور فرمائیں ایک طرف مرید سادہ دل جو عقل عیار سے پوری طرح محفوظ ہے کہہ رہا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پاکستان کے قیام کا فیصلہ فرما چکے تو اب اسکی مخالفت چہ معنی دارد؟مسلم لیگ کے شانہ بشانہ چلئے۔لیکن دوسری طرف پیر بے مراد جس کے سر پہ شیطانیت اس قدر سوار ہے کہ خواب میں خود حضور سرور لولاک ﷺ کا حکم پا کر اسکی مخالفت کر رہا ہے اور اپنی اس بے غیرتی سے لوگوں کو بھی آگاہ کر رہا ہے،ذرا غور فرمائیں،نبی کونین ﷺ کو خود سا بشر اور بھائی سمجھنے والوں کی ذہنی بغاوت اور شقاوت کس حد تک کفر کا دامن پکڑے ہوئی ہے،یہ بد بخت اپنی داڑھیوں سمیت،اپنی نمازوں،تسبیحوں،روزوں اور حجوں سمیت کس حد تک حضور ﷺ کے باغی ہیں اور جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہیں اسی کی گستاخی اور نافرمانی نے کس حد تک ان کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔میں کہتا ہوں حضور سید دوعالم ﷺ کی حاکمیت کے بارے میں جو معیار اس شتر بے مہار حسین احمد مدنی نے دیا ہے کہ حضور ﷺ کا ہر حکم ماننے کے قابل نہیں،بعض میں اختیار بھی ہوتا ہے،یہ قرآن کی کس آیت کے پیش نظر دیا ہے۔رب کا قرآن تو

اس بات کو کفر کہہ رہا ہے سنئے رب کا فرمان

فلاوربک لا یومنون حتی لا یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت و یسلموا تسلیماo (النسا---۶۵)

رب کائنات نے اس آیہء مبارکہ میں ایمان کی تین شرطیں بیان فرمائیں اور سب سے پہلی شرط ہی حضور سید عالم ﷺ کو حاکم مطلق ماننے کی رکھی، فرمایا، اے محبوب مجھے تیرے رب ہونے کی قسم ہے کہ جب تک یہ لوگ آپ کو اپنے مشاجرات، مخاصمات، تنازعات اور اختلافات میں آپ کو اپنا حاکم، ثالث اور قوت فیصل تسلیم نہ کریں گے انہیں ایمان کی سند نصیب نہیں ہو سکتی۔

پھر ایمان کی دوسری شرط ارشاد فرمائی، فرمایا اے محبوب! جو آپ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں اس میں ذرہ برابر بھی کسی قسم کا عمل دخل نہ کریں، آپ کے فیصلے کو سن کر ان کی طبیعت خراب نہ ہو جائے، وہ مضمحل نہ ہو جائیں، ان کے دل میں کسی قسم کی تنگی محسوس نہ ہونے پائے، فیصلہ اگر چہ عقل کے خلاف ہی کیوں نہ گیا ہو اسے حضور کی رحمت سمجھیں، اسے حضور کا کرم سمجھیں کہ نہ جانے ہمارے آقا نے ہمیں کس ظلم سے بچالیا ہے۔

پھر تیسری شرط ارشاد فرمائی **ویسلموا تسلیماً** اے محبوب! آپ کے فیصلے کے سامنے اس طرح سرِ تسلیم خم کرلیں جس طرح سرِ تسلیم خم کرنے کا حق ہے۔ معلوم ہوا کہ جو حضور کو اپنا حاکم نہ مانے سرکارِ دوعالم، شفیع معظم ﷺ کے کسی حکم کے بارے میں اپنی عقل کو مخلوط کرے، مصلحت کا تقاضا سمجھ کر اسے چھوڑ دے، اس کا اسلام سے کیا تعلق ہے۔ پھر ایک فتویٰ وہ ہوتا ہے جو زمانے کا مفتی، عالمِ شہیر، فاضلِ جلیل، مفسر، محدث صادر کرتا ہے۔ لیکن ایک فتویٰ وہ ہوتا ہے جو کائنات کے ذرے ذرے کا خالق دے جس کا ایک لفظ کـن کائنات کو وجود سے عدم اور عدم سے وجود میں لا سکتا ہے، اگر وہ رب کسی کے بارے میں فتویٰ کفر صادر فرمائے تو پھر اس بدبخت کے کفر میں کونسا شک رہ سکتا ہے۔

خلاصہ ہے یہی سب داستانِ کفر و ایماں کا   کرے انکار جو، کافر! انہیں جو مان لیں، مومن

الغرض حضور رحمتِ عالم کی اطاعت غیر مشروط اور غیر محدود ہے حکم چاہے سیاسی امور سے متعلق ہو چاہے تکوینی امور سے۔ حضور ﷺ کی اطاعت ہر حال میں ضروری ہے۔ جو اس بات کو نہ مانے وہ سراسر ایمان سے عاری ہے، خالی ہے۔ بلکہ ایمان کا تقاضا ہی یہی ہے کہ جو بدنصیب حضور ﷺ کی نافرمانی کرے اس کو بھی مردود سمجھا جائے۔ اور جو اس کو مردود نہ سمجھے اس کو بھی مردود سمجھا جائے۔ ہاں ہاں خدا کے ہاں عزت اسی کی ہے جو اپنی عزت و ناموس ذاتِ مصطفیٰ ﷺ پہ قربان کر دیتا ہے اور جو ایسا کرتا ہے پھر کائنات یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھتی ہے کہ دوجہاں کی عزتیں اور عظمتیں اس پہ نثار ہو جاتی ہیں۔ اور اگر ان کی غلامی کو باعثِ عزت نہ سمجھا جائے تو یاد رکھنا یہی بوجہلی ہے اور یہی بولہبی ہے

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا است   کسے کہ خاک درش نیست خاک برسراو

محمد عربی ﷺ دوجہان کی عزت و آبرو کا مرکز و محور ہیں جو شخص ان کے درِ کرم کی خاک نہیں بنتا پھر خاک اس کے سر پر پڑتی ہے اور

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا است   کسے کہ خاک درش ہست تاج برسراو

اور جو خوش قسمت سرورِ لامکاں، وجہ کون و مکاں، سرخیل مرسلاں، جناب احمد مجتبیٰ ﷺ کے درِ دولت کی خاک بن گیا پھر عزت و عظمت کا تاج اس کے سر پر سجا ہوتا ہے۔ تاجداری اور شہنشاہی اسی میں ہے کہ بندہ اپنے آقا و مولا ﷺ کے نعلین پاک کو اپنے سر کا تاج سمجھے۔ بریلی کے تاجدار اسی لئے فرما گئے۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلین پاک حضور   پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

حضرات ذی وقار! ایمان کی یہ تین شرطیں آپ بھی یاد رکھیں۔ آج کل بڑے بڑے لیڈر، پلیڈر اور شیطان قسم کے لوگ گھومتے پھرتے ہیں اور سادہ لوح مسلمانوں ایمانوں پر نقب زنی کرتے ہیں۔ پچھلے دنوں ''خبریں'' میں ایک احمق کا بیان آیا، اور یہ احمق کون ہے؟ محسنِ پاکستان، مفکرِ

پاکستان، شاعرِ ملت جناب ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمہ کا نانجار بیٹا 'جاوید اقبال'۔ یہ بد بخت کہتا ہے کہ

''سود کی حلت کیلئے قرآن پاک سے اجتہاد کرواور اگر سود کی کوئی گنجائش نظر نہ آئے تو قرآن چھوڑ دو''

(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) (خبریں روز نامہ تقریباً وسط ستمبر 2003ء)

ذرا خیال فرمایئے بے مثال باپ ہے کہ قوم کی پستی کا سبب اس بات کو گردانتا ہے کہ کہ انہوں نے قرآن کی تعلیمات کو ترک کر دیا ہے

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

اور یہ اسی بے مثل و بے مثال باپ کا بدنصیب بیٹا ہے کہ قوم کو قرآن سے انحرافی کا شیطانی سبق دے رہا ہے، اس نانجار کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے میں نے ضیاء شاہد کو لکھا ہے اور مجید نظامی کو بھی لکھوایا ہے کہ شرم آنی چاہئے کس بد بخت انسان کو سر پہ بٹھا رکھا ہے۔ جو اس کتاب لاریب کا انکار کر رہا جو زندگی کے ہر موڑ پر انسان کی راہنمائی کرتی ہے۔

حضراتِ گرامی! ذرا غور فرمائیں نماز اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اللہ تعالیٰ نے سینکڑوں مرتبہ اس کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ لیکن ایک مرتبہ بھی اس کے پڑھنے کا طریقہ نہ سکھایا، یہ کہیں نہ بتایا کہ اس میں ثنا پڑھو، فلاں سورت پڑھو، فلاں جگہ رکوع کرو، فلاں جگہ سجدہ کرو، فلاں جگہ تشہد پڑھنا وغیرہ وغیرہ، الغرض کہیں بھی نماز کے لوازمات کا ذکر نہ فرمایا، آخر کیوں؟ اس لئے کہ رب اپنی اس عبادت میں بھی اپنے بندے کو اپنے محبوب، دانائے غیوب ﷺ کا محتاج دیکھنا چاہتا ہے۔ رب دیکھنا یہ چاہتا ہے کہ کون میرے محبوب کو اپنا حاجت روا مانتا ہے اور کون نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اللہ تعالیٰ ہی کے قانون کے مطابق خود کو حضور سید عالم ﷺ کا محتاج سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب کا محتاج ہی دیکھنا چاہتا ہے۔

عزیزان گرامی قدر! بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک شخص بظاہر پیر بن گیا، عالمِ دین بن گیا۔ اور اپنے خیال کے مطابق شریعت کا پاسبان بھی بن گیا لیکن دو جہان کے داتا کے بارے میں اس کا نکتہ نظر اس قدر باغیانہ ہے کہ سرِ عام اعلان کرتا ہے کہ حضور ﷺ کے سارے احکامات ماننے کے قابل نہیں۔ اور سچی بات یہ ہے کہ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اس دور میں پیدا ہوئے ہیں جہاں ایسی انہونی آوازیں آرہی ہیں۔ جو فروغِ اسلام کے بھی خلاف ہیں اور فلسفہ اسلام کے بھی خلاف ہیں۔ وگرنہ آج سے سات سو یا آٹھ سو سال پہلے شاید ایسی آوازیں نہ تھیں۔ ایسی آوازیں جو ہمارے اندر سے پیدا ہو رہی ہیں، ہمارے حلقے سے پیدا ہو رہی ہیں اور جو آوازیں ہمارے پیر نکال رہے ہیں، یہ بد بخت (حسین احمد مدنی) بھی تو خود کو پیر ہی سمجھتا تھا۔

یاد رکھیں! رب ذوالجلال یـا ایها الذین اٰمنو ا فرما کر گویا ایمان کو جھنجوڑ رہا ہے کہ دیکھو کیا تمہارے سینے میں ایمان ہے، کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنا محبوب سمجھتے ہو، کیا تم اللہ تعالیٰ کے محبوب کو اپنا آقا و مولا، ملجاء و ماویٰ مانتے ہو، میرے محبوب کے بارے میں تمہارے کیا عقائد ہیں، تصورات کیا ہیں۔ کیا تم اس بات پہ مطمئن ہو کہ حضور سید عالم کا فرمان اللہ تعالیٰ کا ہی فرمان ہے، حضور کی اتباع اللہ تعالیٰ کی ہی اتباع ہے، اور حضور کا قانون اللہ تعالیٰ کا ہی قانون ہے۔

میرے آقا جانِ عبادت ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ اقیـمـو الصلوة نماز قائم کرو، اب نماز کیسے قائم کی جائے؟ کتب لغات اٹھا کر دیکھیں نماز کا معنی دعا بھی ہے، رحمت بھی ہے، نماز کا ایک معنیٰ مشکیزہ بھرنا جبکہ ایک معنیٰ آگ تاپنا بھی ہے۔ تو کیا اب ہم اللہ رب العزت سے رحمت کی دعا مانگتے رہیں یا مشکیزے بھرتے رہیں یا پھر آگ سلگا کر اس کو تاپتے رہیں۔ آیا ایسا کرنے سے اقیـمـو الصلوة پہ عمل ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ عمل اسی وقت ہوگا جب ہم صاحب قرآن کے پاس جا کر اس کی تفسیر پوچھیں گے۔ ہاں ہاں ہمیں اسی دلربا کی بارگاہِ نازنین میں جانا ہوگا جو جلوہ صبحِ ازل بھی ہے اور نورِ شامِ ابد بھی ہے۔ جو وجہ این و آں بھی ہے اور وجہ کون و مکاں بھی ہے، جو جانِ کائنات بھی ہے، جانانِ کائنات بھی ہے، جو حسنِ کائنات بھی ہے، اور کائنات حسن بھی ہے۔ اللہ اکبر! جو ساری کائنات کا حاجت روا ہے اور ساری کائنات اس کی محتاج ہے۔ جو ساری کائنات کا وسیلہ

ہے اور ساری کائنات اس کی دامنگیر ہے۔ جو کائنات کلیہ کا مقنن ومحسن ہے اور کائنات اس کی ممنون ہے۔ جو کونین کا دولہا ہے اور کونین اس کے باراتی ہیں۔ ہاں انبیاء ورسل جن پہ فدا ہونا اپنی نبوت ورسالت کا فریضہ سمجھتے ہیں اور اولیاء جن کی گداگری کو باعثِ عزوشرف سمجھتے ہیں

فدا ہیں ان پہ انبیاء ہی نہیں تمی نہیں

گدا ہیں ان کے اولیاء ہی نہیں تمی نہیں

اسی محبوب کی بارگاہ میں ہم عرض کریں گے کہ یارسول اللہ ﷺ ہمارے آقا ہمیں صلوۃ کے مفہوم سے آگاہ فرمائیں۔ پھر حضور فرماتے ہیں

صلوا کما رائیتمونی اصلی

اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

پھر کیوں نہ کہوں اس محبوب کی اداؤں کا نام صلوۃ ہے۔ اس محبوب کی اداؤں کا نام نماز ہے۔ یہ محبوب تمہیں جس بات کا حکم دیتے ہیں مانتے جاؤ۔ یہ محبوب نماز میں کسی مخصوص آدمی کو حکم ارشاد فرمائیں کہ جاؤ بازار سے سودا سلف خرید لاؤ۔ فقہا کرام فرماتے ہیں کہ وہ شخص بازار جاتا ہے، دکاندار سے بات چیت کرتا ہے، مطلوبہ سودا سلف خریدتا ہے۔ راستے میں آتے جاتے لوگوں سے سلام دعا بھی کرتا ہے، واپس آکر سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر کے دوبارہ وہیں سے نماز شروع کرتا ہے جہاں سے چھوڑ کر گیا تھا۔ اس کی نماز نہیں ٹوٹتی۔ لیکن ہم اگر کسی شخص کو نماز میں کہیں السلام علیکم اور وہ کہے وعلیکم السلام تو اس کی نماز جاتی رہے گی بلکہ اگر وہ دوران نماز نہ بھی بولے محض اس نے فعل کثیر بھی کیا تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ فعل کثیر کیا ہے؟ نماز میں آدمی اتنی حرکت کرے کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ نماز نہیں پڑھ رہا، جیسے عموماً کئی لوگ داڑھیوں کو کافی دیر تک کھجلاتے رہتے ہیں۔ اپنے کپڑوں کو ادھر ادھر کرتے رہتے ہیں۔ فعل یسیر یعنی معمولی حرکت ہو تو وہ معاف ہوتی ہے۔ لیکن فعل کثیر سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اگر چہ نہ بولے۔ لیکن یہاں صورتحال یہ ہے کہ دورانِ نماز سب کچھ کر لیتا ہے، لیکن نماز نہیں ٹوٹتی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ محض یہی کہ حضور ﷺ جانِ عبادت ہیں اور حاصلِ نماز ہیں

میں کئی بار سوچتا ہوں کہ رب کائنات نے قرآن میں ارشاد فرمایا

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے

اور پھر کتنی احادیث قدسیہ ایسی ہیں جن میں رب کائنات نے ارشاد فرمایا

لو لاک لما خلقت الدنیا

اے محبوب اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو دنیا کو پیدا نہ کرتا

لولاک لما خلقت الافلاک

اے محبوب اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا

لولاک لما ازهرت الربوبیة

اے محبوب اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو میں اپنا رب ہونا ظاہر نہ کرتا

دیکھیں! ایک طرف رب تعالیٰ فرما رہا ہے کہ میں نے دنیا کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے جبکہ دوسری طرف فرما رہا ہے میں نے دنیا کو اپنے محبوب کیلئے پیدا کیا ہے۔ آخر اللہ کے ان دنوں فرامین میں تطبیق کیسے ہوگی، میرا دل یہ کہتا ہے کہ حضور ﷺ کیلئے پیدا کرنا اور عبادت کیلئے پیدا کرنا ایک ہی بات ہے کیونکہ حضور ﷺ جان عبادت ہیں، ہاں ہاں، عبادت اسی کی ہے جو حضور ﷺ کے وسیلے سے عبادت کرتا ہے، جو حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق عبادت کرتا ہے اور جو حضور ﷺ کی تعظیم کیساتھ عبادت کرتا ہے۔

جسے کہتے ہیں دیں، دراصل طاعت ہے رسالت کی
جسے کہتے ہیں روح دیں، وہ تعظیمِ رسالت ہے

یاد رکھیں! اس دنیا میں سب سے بڑی عبادت وہی ہے جس کا سب سے زیادہ ثواب ہے اور سب سے زیادہ ثواب چہرہ مصطفےٰ ﷺ کی زیارت کرنے کا ہے۔ لوگوں نے اس دنیا میں ایسی ایسی عبادتیں کی ہیں کہ جن کو سن کر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، تاجدار پاکپتن حضرت بابا فرید الدین گنج شکر ◆ کا زہد اتنا کمال کا تھا کہ وہ ''زہد الانبیاء'' کے لقب سے مشہور ہوئے، اسکے علاوہ بے شمار مثالیں ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ سب، اس چند لمحے بحالت ایمان حضور سید عالم ﷺ کی زیارت کرنیوالے صحابی کے برابر کیوں نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ سب وہ عبادت نہ کر سکے جو ساری عبادتوں سے بڑھ کر ہے اور ساری عبادتوں کی جان ہے اور وہ ہے حضور جانِ عبادت ﷺ کی زیارت۔

گستاخ رسول کا انجام: 1962یا1963 کی بات ہے پائلٹ سکول سیالکوٹ سے میرا تبادلہ بہاولپور ہو گیا جب میں بہاولپور گیا تو وہاں جاتے ہیں سکول کے عربی ٹیچر جو کہ علمائے دیوبند کے شاگردوں میں سے تھے اور سچی بات یہ ہے کہ وہ بڑے پڑھے لکھے تھے۔ وہاں کے ہیڈ ماسٹر کافی ضعیف العمر تھے اور پرانے لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا، شاید وہ میرا بھی امتحان لینا چاہتے تھے، بارش ہو رہی تھی، چنانچہ بات چھڑ گئی، میں نے کہا جنہوں نے سرکار دو عالم ﷺ کی گستاخی کی ہے ان کی حیثیت ہی کوئی نہیں، وہ مولوی صاحب کہنے لگے یہ کیسی بات ہوئی دیکھیں قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے کہ ان سنیوں کا حال دیکھو، یہ عجیب قسم کی مخلوق ہے، ایک آدمی ساری زندگی تبلیغ کرتا ہے، چھ چھ سات سات سو صفحے پہ مشتمل کتاب لکھتا ہے، کئی لوگوں کو وہ مسلمان بھی کرتا ہے، یہ سنی اسکی اتنی بڑی کتاب میں سے ایک فقرہ ایسا تلاش کر لیتے ہیں جو اللہ کی شان کے خلاف ہو یا نبی ﷺ کی شان کے خلاف ہو، یہ جھٹ اس پہ کفر کا فتویٰ ٹھونس دیتے ہیں، میں نے کہا جناب یہ معیار آپ کے قاری طیب صاحب کا ہو گا آپ چھ سات سو صفحوں کی کتاب کی بات کرتے ہیں جبکہ رب کا قرآن کہتا ہے کہ عمر بھر کی نیکیاں عمر بھر کی نمازیں، عمر بھر کی زکوٰتیں، عمر بھر کے صدقات، عمر بھر کے چلے، عمر بھر کی تبلیغ، عمر بھر کی تلاوتیں اور ریاضتیں ضائع کر کے رکھ دوں گا اگر میرے محبوب کی آواز سے بھی اپنی آواز بلند کی، دیکھیں رب کا قرآن کہہ رہا ہے:

یاایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا له بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرونO (الحجرات:۲)

اے ایمان والو! میرے محبوب کی آواز سے اپنی آواز کو ذرہ برابر بھی بلند نہ کرنا اور نہ اس طرح چیخ چیخ کے باتیں کرنا جس طرح تم ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اس تمہاری گستاخی پر تمہارے تمام اعمال ضائع کر دوں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

دیکھیں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یاایھا الذین امنوا اے ایمان والو! جس وقت یہ آیت اتری اس وقت ایمان والے کون تھے، کہ قیامت تک آنے والی ہر صدی کے تمام پیر، مشائخ، قطب اور صوفی مل کر بھی ایک صحابی کے مقام کو نہیں پا سکتے، چہ جائیکہ کہ آج کا مولوی جو سر تا پا جہالت میں لپٹا ہوا ہے۔ پھر آپ تاریخ برصغیر، تاریخ ہندوستان پڑھ کے دیکھ لیجئے، بلبن ایک بادشاہ ہے جو اپنے دربار کے آداب خود مقرر کرتا ہے، شمس الدین التمش اپنے دربار کے آداب خود مقرر کرتا ہے، خاندان نوریہ کے لوگ اپنے دربار کے آداب خود مقرر کرتے ہیں، لیکن اس نیلگوں آسمان کے نیچے اور اس فرش زمین کے اوپر ایک دربار ایسا بھی ہے جس کے آداب صاحب دربار نہیں بلکہ رب رحمان مقرر فرماتا ہے۔

پھر اس آیت کے آخر میں رب نے فرمایا و انتم لا تشعرون تمہاری عمر بھر کی کمائیاں ضائع کر دوں گا اور تمہیں شعور تک نہ ہو گا اور میں سچی بات عرض کرتا ہوں بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ ساری زندگی قرآن ان کے پاس رہا، حدیث ان کے پاس رہی تو یہ پھر ایسے ہی ہو گیا ان کے سب اعمال اکارت ہو کے رہ گئے۔ میں کہتا ہوں، ہاں جو نبی کونین ﷺ کی ادنیٰ سی بھی گستاخی کرتا ہے، اللہ اس پر بدبختی کی ایسی مہر لگا دیتا ہے، پھر وہ خود کو شیخ

القرآن اور شیخ الحدیث سمجھتا رہے گا، خود کو پیر اور زاہد شب زندہ دار سمجھتا رہے گا، کیوں؟ اس لئے کہ اللہ کا غضب کا تقاضا یہ نظر آتا ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کو زندگی میں دوبارہ توبہ کی توفیق نصیب نہ ہو سکے۔ یہ انتم لا تشعرون بڑی سخت سزا ہے کہ آدمی کی ساری زندگی کی جمع پونجی ضائع ہو چکی ہو اور گستاخ پھر یہ سمجھے کہ اس کی جمع پونجی موجود ہے۔ اسے کہتے ہیں احساس زیاں، جسے زیاں کا احساس نہ ہوگا وہ اسکی کمی کیسے پوری کر سکے گا۔

بہرحال جب میں نے یہ آیت پڑھی چونکہ وہ مولوی صاحب حافظ قرآن تھے کہنے لگے قرآن میں یا ایھا الذین امنوا نہیں ہے میں نے کہا میں حافظ تو نہیں لیکن قرآن میں یہ لفظ ہیں چنانچہ قرآن منگوایا گیا سب نے دیکھا وہ لفظ قرآن میں موجود تھے، میں نے کہا دیکھو نبی ﷺ کی گستاخی نے کس قدر ان کی ذہنی صلاحیت کو ناکارت کر کے رکھ دیا ہے۔

حضور ﷺ کا جن پر کرم ہو جائے: حضرات گرامی! نماز ایک عبادت ہے، روزہ ایک عبادت ہے ان کیلئے ہمارے اندر ایک شوق ہونا چاہئے کہ ہم اپنے اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر آپ کو سرکار دو عالم ﷺ کا ادب واحترام اور پیار میسر ہے تو سمجھ لیجئے، دولت لازوال میسر ہے۔

اب آیئے پہلے آپ نے ایک پیر کا واقعہ سنا، پھر ایک مولوی کا، اب ایک عاشق رسول یعنی حضرت قائداعظم ؒ کا واقع سنئے، عام طور پر یہ مشہور ہے کہ حضرت اقبال نے آپ کو ہندوستان میں تشریف لانے کے لئے خط لکھے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں اور یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ حضرت اقبال ؒ نے خط لکھے بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جناب قائداعظم ؒ کی واپسی آپ کے ذریعے ہوئی۔ لیکن خود حضرت قائداعظم ؒ سے پوچھئے کہ آپ ہندوستان کیسے آئے، فرماتے ہیں میں لندن میں ایک رات اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا، رات کا پچھلا پہر ہوگا کہ اچانک میرے بستر کو کسی نے ہلایا، میں نے آنکھیں کھولیں، اِدھر اُدھر دیکھا، مجھے کوئی نظر نہ آیا، میں پھر سو گیا، کچھ دیر بعد بستر پھر ہلا اور اس بار ہلنے میں پہلے کی نسبت شدت زیادہ تھی۔ میں پھر اٹھا، ادھر ادھر دیکھا لیکن پھر مجھے کوئی نظر نہ آیا، میں کمرے سے باہر آیا کہ شاید کوئی زلزلہ آیا ہو، لیکن مجھے ایسی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ دوسرے کمروں والے لوگ بڑے آرام سے سو رہے تھے، چنانچہ میں پھر کمرے میں آکر سو گیا، کچھ ہی دیر گزری کہ تیسری بار کسی نے میرا بستر نہایت زور سے جھنجھوڑا، میں بڑبڑا کر اٹھا تو پورا کمرہ معطر محسوس ہو رہا تھا میں نے فوری محسوس کیا کہ کوئی غیر معمولی شخصیت میرے کمرے میں جلوہ گر ہے میں نے کہا۔

Who are you Sir

جناب عالی! آپ کون ہیں

جواباً ارشاد ہوا۔

I am your Prophet Muhammad

میں تمہارا پیغمبر محمد ﷺ ہوں۔

حضور سید عالم نے انگلش میں جواب دیا، کئی بد بخت تو کہتے ہیں نا کہ حضور ﷺ نے دار العلوم دیوبند سے اردو سیکھی ﴿معاذ اللہ ثم معاذ اللہ﴾۔ لیکن قائداعظم ؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور نے انگلش میں جواب مرحمت فرمایا۔

حضرت قائداعظم ؒ فرماتے ہیں، میں حضور ﷺ کا یہ جواب سن کر جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا، دونوں ہاتھ باندھ لئے اور سر جھکا لیا، فوراً میرے منہ سے نکلا

Peace be upon you my lord

میرے آقا ﷺ! آپ پر سلام ہو

ایک بار پھر وہی خوبصورت آواز گونجی

Mr. Jinnah! you are urgently required by the Muslims of Sub.Continent and order you to lead the freedom movement. I am with you Don,t worry at all, you will succeed in your mission inshallah.

جناح! برعظیم کے مسلمانوں کو تمہاری فوری ضرورت ہے اور میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تحریک آزادی کا فریضہ انجام دو اور مسلم قوم کی راہنمائی کرو تم بالکل فکر نہ کرنا پریشان نہ ہونا، میں تمہیں تمہاری کامیابی کی ضمانت دیتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ میں ہمہ تن گوش تھا، صرف اتنا کہہ پایا:

Ok my lord

آقا ﷺ آپ کا شکریہ!

﴿ماہنامہ سبیل ہدایت ستمبر 2003﴾

ذرا غور فرمائیں ایک طرف وہ بدنصیب ہیں اور ایک طرف یہ عاشقِ رسول، مقصد بات کرنیکا یہ ہے کہ رب اگر کسی کو دل بیدار عطا فرمائے تو بڑی بات ہے

دل بیدار فاروقی دل بیداری کراری
مثل آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

پھر ہوسکتا ہے یہ باتیں کرتے کرتے ان کا کرم ہو جائے، ان کی رحمت ہو جائے اور بگڑی بن جائے، آپ تنہائی میں بیٹھے ہیں، اپنے آقا کی عظمتوں اور رفعتوں کا دل میں خیال آرہا ہے آپ اللہ کا شکرادا کر رہے ہیں، کہ یا اللہ! تو نے ہمیں کیسے نبی کی امت میں پیدا فرمایا ہے جو سراپا نور ہے جو سراپا رحم و کرم ہے اور جو نرا الجمال ہے۔ یا اللہ! تیرا بڑا احسان ہے، تیرا بڑا احسان ہے۔

ایک حمد یہ ہے کہ آدمی کہے، حمد اس خدا کی جس نے عظیم آسماں کا سائبان بنا دیا، جس نے زمین کا فرش بنا دیا، حمد اس کی جس نے پہاڑوں کو بطور میخیں نصب فرما دیا جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، لیکن ایک حمد یہ بھی ہے کہ آدمی رمضان شریف کے دنوں میں نماز تراویح سے فارغ ہو کر بستر پہ لیٹا خدا کا شکرادا کر رہا ہے کہ میرے مولا تو نے اپنے محبوب کی امت میں پیدا فرمایا ہے، پھر اسی جذبۂ محبت میں دو چار آنسو نکل آتے ہیں۔ ہوسکتا ہے یہی آنسو حیات جاوداں کا سرمایہ بن جائیں۔ کیونکہ ایک بارگاہ مصطفیٰ ﷺ ہی تو ہے جہاں یہ آنسو کام آتے ہیں۔ ہاں

رو رو کے زمانے نوں دس دا ئمیں فیدا — اتھرو دی پوے قیمت سرکار ﷺ دے در اُتے

کائنات کی سب سے بڑی دولت:

یاد رکھیں! آج اگر کسی کے پاس دیکھنا ہو کہ اس کے پاس کتنی دولت ہے تو دیکھیں اس کے دل میں کس قدر محبت مصطفیٰ ﷺ ہے، جتنی اس کے اندر حضور ﷺ کی محبت ہوگی اتنی ہی وہ دولت کا مالک ہوگا کیونکہ اصل دولت سرکار ﷺ کی محبت ہی تو ہے۔ اللہ ذوالجلال نے ارشاد فرمایا، یـا یھـا الـذین امنوا ، اے ایمان والو، اگر احادیث کی رو سے دیکھا جائے تو اس کا ترجمہ بنتا ہے، اے عشق رسول والو! اللہ نے یـا یھـا الذین امنوا ، ارشاد فرما کر ایمان کا حوالہ یہ ارشاد فرمایا اور اسکی تشریف یوں فرمائی کہ الـنبـی اولـیٰ با لمومنین من انفسھم نبی مومنوں کو ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے، نبی مومنوں کو انکی جانوں سے بھی زیادہ محبوب ہے اور نبی مومنوں کو انکی جانوں سے بھی زیادہ مالک ہیں۔ یہ تصور اگر ہمارے ذہنوں

میں ہو کہ مومنوں کو نبی توان کی جان سے بھی زیادہ محبوب ہوتا ہے اور اسی تصور کیساتھ ہم اپنی اولاد کی تربیت کریں، یہ تصور انکے رنگ و ریشہ میں سما جائے اور پھر اگر کوئی مردود اور شیطان انکو محبوب کے آستانے سے دور کرنے کی کوشش کرے تو یہ کہیں بد بخت دفع ہو جا، سب کچھ ہو سکتا ہو، لیکن اپنے آقا کے در اقدس کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر یہ تصور اندر بیٹھ جائے کہ سب سے بڑی دولت محبت مصطفےٰ ﷺ ہے تو پھر بڑی بات ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کا بڑا کرم ہے۔ اس سے بڑی دولت کائنات میں اور کونسی ہے

محمد ﷺ ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا پدر، مادر، برادر، جان، مال، اولاد سے پیارا

پیر سے محبت کا معیار:

دیکھیں نبی کونین ﷺ نے اسی زمرۂ محبت میں فیصلہ کن ارشاد فرمایا

لا یومن احد کم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہٖ والناس اجمعین (بخاری شریف

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو اسکے والدین، اسکی اولاد اور سب لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

عام طور پر کتب احادیث میں بھی اور علما کرام بھی اسکا یہی سیدھا سادہ مفہوم بیان کرتے ہیں کہ دنیا میں ہر رشتے سے بڑھ کر ذات مصطفےٰ ﷺ سے محبت ہونی چاہئے، ماں باپ سے محبت ہو لیکن اس سے بڑھ کر محبت مدینے کے تاجدار سے ہو، بہن بھائیوں، رشتے داروں، دوستوں بلکہ دنیا میں کسی پیر فقیر سے بھی محبت ہو، لیکن یہ سب محبتیں اور الفتیں حضور ﷺ کی محبت کے سامنے ہیچ ہونی چاہئے، کائنات میں کوئی رشتہ ناتا، اتنا عزیز نہ ہو جتنا اپنے آقا و مولا ﷺ کا رشتہ عزیز ہو، میرے شیخ کے لخت جگر عالم ربانی، عارف حقانی حضور قبلہ پیر سید عابد حسین شاہ صاحب ♋ جو میرے پیر کی جگہ میرے پیر تھے، مجھ پہ کس قدر مہربان تھے، دنیا جانتی ہے مجھ پہ کتنی شفقت فرماتے تھے۔ لیکن پھر بھی میں مجمع عام میں ان کے سامنے یہ بات کہتا تھا کہ "یہ میرے پیر ہیں، مجھ پہ اس قدر ان کا کرم ہے، اس کے باوجود اگر ان کی محبت میرے دل میں زیادہ ہو اور حضور سید عالم ﷺ کی محبت کم ہو تو میں خود کو کافر سمجھتا ہوں" اور میرے اصل شیخ یعنی غوث صمدانی، قطب ربانی، شہباز لامکانی، شہنشاہ ولایت اعلیحضرت حضور پیر سید علی حسین شاہ صاحب ♋ حضور نقش لاثانی کی ساری زندگی یہی عادت کریمہ رہی ہے کہ اپنے سامنے اپنی شان میں ایک جملہ سننا برداشت نہ فرماتے تھے، اگر کوئی ایسا کرنے لگتا اسے فوراً بٹھا دیتے تھے اگر وہ پھر باز نہ آتا تو اسکے چہرے پہ تھپڑ مارتے، فرماتے تجھے شرم نہیں آتی، کیا کر رہا ہے، حضور ﷺ کی نعت پڑھ۔

ایک دفعہ علی پور شریف میں کٹائی کے دنوں میں لوگ کٹائی کر رہے تھے، حضور نقش لاثانی ♋ سامنے جلوہ گر تھے، میں اپنی ڈیوٹی کے مطابق لوگوں کو پانی پلا رہا تھا کہ اچانک مجھے حضرت اقبال ♋ کے وہ شعر یاد آ گئے اور میں نے انہیں گنگنانا شروع کر دیا کہ

دوپہر کی آگ میں وقت درو دہقان پر ہے پسینے سے نمایاں میرے تاباں کا اثر
کاٹ لیتا ہے مگر جس وقت محنت کا ثمر یا محمد ﷺ کہہ کے اٹھتا ہے وہ اپنے کام سے
ہائے کیا تسکین اسے ملتی ہے ترے نام سے

آپ نے پوچھا، بھئی کیا پڑھ رہے ہو، میں نے عرض کیا حضور اقبال کے شعر پڑھ رہا ہوں، آپ نے فرمایا، سناؤ، میں نے سنائے تو آپ بے حد خوش ہوئے اور فرمانے لگے واہ اقبال کمال ہی کر دیا ہے۔

پھر وہی بات:

بات کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی محبت کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہے، عام طور پر ہمارے علما و واعظین اس حدیث کا یہی مفہوم بیان کرتے ہیں کہ کائنات میں ہر تعلق سے بڑھ کر حضور ﷺ سے محبت ہونی چاہئے لیکن میرے ذہن میں ایک نقطہ یہ بھی آتا ہے کہ

حضور ﷺ فرمارہے ہیں حتیٰ اکون احب الیہ جب تک میں اس کو محبوب نہ ہو جاؤں، معلوم ہوا کہ پیارا ہونا حضور ﷺ کا کام ہے حضور نبی رحمت ﷺ کرم کی توجہ فرماتے ہیں اور جس کو کوئی اپنا جلوہ زیبا دکھاتے ہیں، ایک نورانی جھلک دکھاتے ہیں، پھر وہ سب کچھ بھول کے حضور ﷺ کا ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ فرمارہے ہیں اپنی محبت سے نوازنا، پروانہ شمع رسالت بنانا، یہ میرا کام ہے میں جسے چاہوں اس دولت لازوال سے مالا مال کردوں۔

عزیزان گرامی! جنہیں حضور ﷺ کی یاد میں رونا آتا ہے حضور ﷺ کی یاد ستاتی ہے، مدینہ شریف کی فضائیں یاد آتی ہیں، وہ خدا کا شکرادا کریں کہ یہ لطف وکرم اور احساس سرکار ﷺ کے کرم کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اپنے آقا و مولا کی نعت سننے کا شوق اور انکے گن گانے کا شوق یہ سب کچھ ان کی رحمت بے پایاں کے طفیل ہی ہے اور حقیقی بات یہی ہے کہ رب کائنات نے زبانِ خلق کو محض مدحت مصطفیٰ ﷺ کیلئے ہی پیدا کیا ہے۔ دیوانے نے حضور ﷺ کی نعت سنی جھوم اٹھا کہ میرے آقا کی تعریف ہو رہی ہے۔ میرے استاد محترم حضرت علامہ محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ لوہاری گیٹ والے ان کا حال بڑا عجیب وغریب تھا، عربی، فارسی، انگلش اور اردو میں حضور ﷺ کی تعریف کیا کرتے تھے، ایک دن فرمانے لگے رب نے اگر مجھ سے پوچھا، مسلم! بتا تو نے کیا کیا تو میں عرض کروں گا۔ یااللہ! اور تو کچھ نہیں کرسکا، لیکن جہاں کہیں مجھے تیرے محبوب کی نعت مل گئی میں نے بچوں کی طرف اسکو حفظ کرلیا۔

میرا دل یہ کہتا ہے کہ یہ نعت حضور ﷺ کا ایسا معجزہ ہے کہ اللہ اپنے محبوب کے دشمنوں سے بھی کہلوا لیتا ہے اور بعض دفعہ نعت حبیب ﷺ کا صدقہ انہیں دولت ایمان سے سرفراز فرما دیتا ہے، ہندوستان میں دلورام کوثری ہندو شاعر ہوا ہے۔ حضور ﷺ کی بہت نعتیں لکھتا تھا، اسی بنا پر اسکے گھر والوں نے اسے ایک کمرے میں قید کردیا کہ تو نعتیں لکھ کر مسلمانوں کو تقویت پہنچاتا ہے، وہ کمرے میں بند تھا کہ سرکار دوعالم ﷺ کرم بالائے کرم فرماتے ہوئے اس کے پاس تشریف لائے اور خود اس کو کلمہ پڑھایا اور اس کا نام کوثر علی کوثری رکھا۔

بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضور ﷺ کی نعت لکھنا، سننا اور حضور ﷺ کی یہ محبت ان کے کرم کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی، میرا اپنا بھی ذوق کچھ اسی طرح کا ہے۔ مجھے ایک دفعہ فرانسیسی محقق **Lamartine** کی کتاب **Charm of Islam** میں سے ایک حوالہ دیکھنے کی ضرورت پیش آئی جس میں وہ نبی کونین ﷺ کی شان وعظمت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

Greatness of purpose , smallness of means and astounding results are the three criterion of homogeneous,then who would dare to compare any great man with Muhammad (P B U H)

کسی شخص کی عظمت کو پرکھنے کے لئے تین معیار پیش نظر رکھنا ضروری ہیں۔ مقصد کی بلندی، وسائل کی قلت اور حیران کن نتائج۔ ان تین معیاروں کو سامنے رکھ کر ساری دنیا کے عظیم انسانوں کو سامنے رکھو اور مجھے بتاؤ کہ کون ہے جس کی اتنی مجال ہو کہ وہ نبی کونین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقابل کھڑا ہوسکے۔

اس حوالہ کو دیکھنے کے لئے میں یہ کتاب اپنی لائبریری میں تلاش کر رہا تھا لیکن بسا کوشش کے باوجود مجھے وہ نظر نہ آئی آخر اس پریشانی کے عالم میں میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا مولا! اگر تو اپنے محبوب کی تعریف سے خوش ہوتا ہے تو مجھے یہ کتاب مل جانی چاہئے۔ ابھی میں نے یہ کہا ہی تھا کہ کتاب میری آنکھوں کے سامنے تھی۔

دعا کریں رب ذوالجلال ہمیں وہ دولت لازوال عطا فرمائے جو نبی پاک ﷺ کے عاشقوں کو نصیب ہوتی ہیں اور رمضان المبارک کا مہینہ جلوہ افروز ہو تو ایسے جیسے حضور ﷺ کے سچے غلاموں پہ سایہ فگن ہوتا ہے۔ آمین بجاہ النبیک الکریم

حضور مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ ایک ہمہ گیر و بے باک شخصیت

مجاہدِ ملت جناب محمد عارف مجاہد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

دنیا میں بیشمار ایسی شخصیات تشریف لائی ہیں کہ رہتی دنیا تک ان کا نام ادب سے لیا جاتا رہے گا، کسی نے سیاست کے میدان میں جوہر دکھائے تو کسی نے معیشت کے، کوئی قلم نگار ہے تو کوئی ماہر تعلیم، کسی نے سائنس میں عروج بام حاصل کیا تو کسی نے سماجی وفلاحی خدمات میں نقطہ کمال کو چھوا۔ کوئی علمی وادبی شخصیت کے طور پر پہچانا گیا تو کچھ نے قانون میں اعلیٰ علمی مقام حاصل کیا۔ کردار، اخلاق میں بلند رتبہ پایا تو بعض نے مصنف کتب کثیرہ کا اعزاز حاصل کیا۔ لیکن آج جس ہستی کا ذکر مقصود ہے انہیں خدا تعالیٰ نے ان تمام صفات کا حامل بنایا۔ اس ہمہ گیر اور عالمگیر شخصیت نے دین و دنیا کے کئی محاذوں پر تاریخی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اعلیٰ پائے کے سیاستدان، بلند مرتبہ شاعر، قابل ذکر ماہر تعلیم، باکمال صوفی، لاجواب روحانی رہنما، نامور قلم کار، ادیب وغیرہ جیسی صفتوں سے مالا مال تھے۔

ہاں عظیم شخصیات کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں بہت سارے میدانوں کے شاہسوار ہوتے ہیں اور ہر شعبہ میں کمال مہارت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یقیناً ان پر یہ گراں ذمہ داری خدائے واحد نے ڈالی ہوتی ہے جسے وہ اسی کے فضل سے کما حقہ پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو جتنا رب ذوالجلال اور رحمت کائنات ﷺ کی طرف سے ذمے لگائے گئے مشن میں خلوص اور نیک نیتی سے عمل پیرا ہوتا ہے، اتنا ہی زیادہ اوج حاصل کرتا ہے۔

دنیا میں آج تک جتنی بڑی بڑی شخصیات ہو گزری ہیں ان کی کامیابی میں یہ راز مضمر ہوتا ہے کہ وہ خلوص نیت سے اور لگن سے میدانِ کارزار میں مصروف عمل رہتے ہیں کیونکہ کسی بھی شعبہ ہائے زندگی میں سینئر افسر کی طرف سے دی گئی ذمہ داریوں اور فرائض کو جس خندہ پیشانی اور ایمانداری سے سرانجام دیتا ہے، تو باس خوش ہو کر اس کو ترقی کے ساتھ ساتھ تنخواہ بھی بڑھا دیتا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے اس ضمن میں انعام و کرام کا اندازہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ تاہم سمجھ میں جو بات آتی ہے وہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ انعام کے طور پر اس شخص کو مزید اچھائی، بھلائی اور نیکی کی توفیق عطا فرما دیتا ہے اور اس میں تسلسل اسی خلوص نیت کا مرہون نیت ہوتا ہے۔ پھر اس بندہ کی فہم و فراست، شعور، دانش، ادراک اور مصمم ارادوں میں اپنی شان کے مطابق اضافہ فرما کر مزید محاذوں پر کام کرنے کے لیے میدان میں اتار دیتا ہے اور مجاہدانہ کردار میں اس شخص کو تاحیات مصروف عمل رکھتا ہے۔

میں یہ مضمون محض عقیدت، محبت یا تعلق کی بنیاد پر تحریر نہیں کر رہا بلکہ اس پر آشوب اور کٹھن دور میں ایسے کردار کو واضح کرنے کے لیے کر رہا ہوں کہ جس کی آج کے اس تاریک اور افراتفری کے دور میں اشد ضرورت ہے۔ بحمدہ تعالیٰ جو کچھ بھی قلم و قرطاس کے سپرد کروں گا وہ مکمل طور پر حقائق

ہوں گے، کیونکہ میں اپنے احباب میں نقاد کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہوں اور باقاعدہ کوئی لکھاری بھی نہیں کہ الفاظ کا جادو چلا سکوں ۔یعنی میرا موضوع تحریر حضور مفکر اسلام قبلہ حضرت پروفیسر محمد حسین آسی صاحب علیہ الرحمہ ہیں مجھے سفر وحضر میں رفاقتوں کا اعزاز حاصل رہا ہے اور آپ کے وصال شریف تک قائم ودائم رہا ہے۔میرا تعلق ان سے تقریباً بائیس برس تک رہا ہے۔بڑے قریب سے دیکھنے، سننے، بات کرنے کا موقع ملا ہے۔جو میں نے ان برسوں میں دیکھا، جانا سمجھا وہ قارئین تک پہنچانا ضروری ہے تا کہ ہم سب ان نقوش کی روشنی میں زندگیوں کو گزار سکیں، یہاں آپ کے حوالے سے چند معروضات پیش کر کے اپنے خیالات وتجربات اور مشاہدات کی طرف آؤں گا۔

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کا آبائی علاقہ شکر گڑھ کا ایک گاؤں (تقریباً ۵ کلومیٹر دور) پھگواڑی شریف ہے۔آپ نے اوائل عمر میں ہی پاکستان کے مشہور ومعروف آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف کے شیخ طریقت تصوف کے امام حضرت قبلہ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی کے پُروردہ، شہنشاہ ولایت قندیل نورانی شہباز لامکانی، حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔یہ تعلق کیسا رہا، کتنا مضبوط ومستحکم رہا الگ موضوع ہے۔اس کے بارے میں صرف اتنا کہوں گا کہ مرید لاکھوں ہوتے ہیں لیکن صادق صرف چند ایک اور حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ اُن چند ایک میں سرفہرست ہیں۔بلکہ آپ کو مرید اعظم کہا جائے تو بہت ہی مناسب ہوگا کیونکہ حضور نقش لاثانی قدس سرہ ہمیشہ آپ کی بات کو دوسروں پر ترجیح دیتے اور آپ ہمیشہ سفر وحضر میں اُن کے ساتھ رہتے۔روزانہ دربار شریف حاضری دینا قصہ ہی معلوم ہوتا ہے۔جسے آپ نے حقیقت کا روپ دیا دربار شریف میں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے حکم سے تحریر وتقریر کے شعبہ میں خدمت دین کا فریضہ سرانجام دیتے اور بطور اُستاد سکول وکالج میں ہمیشہ اپنے تمام پیریڈز پڑھایا کرتے اگر خدانخواستہ سفری وفاصلاتی دشواری کی وجہ سے چند منٹ لیٹ ہوجاتے تو پیریڈ سے زیادہ پڑھا دیا کرتے کہ ازالہ ہو جائے۔

حضرت قبلہ آسّی صاحب علیہ الرحمہ کی زندگی کا جو کردار رہا ہے اُس کا احاطہ کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے یہاں جو بیان کیا جارہا ہے۔وہ کل کا انتہائی جزو ہے۔

حق گوئی و بے باکی: بلاشبہ صدر بے مشرف کا دور حکومت پاکستان کی تاریخ کا تاریک ترین دور ہے۔جس میں اسلام کی حقانیت اور ہمہ گیریت پر رکیک حملے ہوئے۔پیغمبر اسلام ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبیوں اور گستاخیوں کے دروازے وا ہوئے، دین اسلام کی اساس کو کمزور کرنے کے لئے پرویزیوں، سیکولروں، غامدیوں، جیسے بیسیوں بدبختوں نے چیلنج کر کے نئے دین کی بنیاد رکھنے کی کوشش کی۔''وحدۃ الادیان'' کا تصور زور پکڑنے لگا، انسانی حقوق کے نام پر اسلامی قوانین کو وحشیانہ قرار دیا گیا۔

فتنہ قادیانیت کی پشت پناہی کی گئی اور عقائد اسلامی سے کھل کر کھیلنے کے مواقع فراہم کئے گئے۔پاکستان کو ایک ناکام ریاست قرار دیا گیا۔ اس پاک وطن کو طاغوتی، استحصالی اور باطل قوتوں کا زرخرید غلام بنانے کے مذموم ایجنڈے پر عمل کیا گیا۔نظریہ پاکستان کو دقیانوسی ثابت کر کے ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔نصاب تعلیم سے اسلام کی حقانیت، صداقت، جذبہ جہاد پر مبنی آیات کو نکال دیا گیا۔پاکستان کے ازلی وابدی دشمن سے غیرت دینی، ملی وقومی کا سودا کر کے محبت وعشق کی لاحاصل پینگیں بڑھانے کی کوشش کی گئی اور مسئلہ کشمیر کو سرد خانے کی نذر کر دیا گیا۔روشن خیالی کے نام پر فحاشی وعریانی کا نہ رکنے والا سیلاب لایا گیا۔اور ترقی کے نام پر قوم کو ایسی مہنگائی میں جکڑ دیا گیا۔کہ جس سے سوائے خوش حال لوگوں کے کوئی باہر نہیں نکل

سکتا۔اور جو بہت زیادہ مجبورو بے کس ہوئے نجات کا ذریعہ صرف موت کو پایا۔ملکی معیشت کو بھاری قرضوں تلے دبا دیا گیا۔واقعی اس حکومت کے نزدیک غریب کے ختم ہونے سے غربت ختم ہو جائے گی کے مصداق سے عوام کا جینا محال کر دیا گیا۔

حکومت کے سیاہ کارناموں کی فہرست تو بہت طویل ہے یہاں طوالت کے خوف سے سب کا ذکر نہیں کیا گیا۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔کہ کتنے ہی ارض مقدس میں محب اسلام اور محب وطن ہیں آپ لوگوں نے کہاں سے جابر حکمرانوں کے خلاف جرات مندانہ آواز سنی۔اگر چند ایک نے کوشش بھی کی تو اس عاجزانہ انداز سے کہ حکومت کی خود ہنسی نکل گئی اور حکومت کو اپنے منشور کو آگے بڑھانے کے لئے مزید تقویت ملی۔ہاں یہ بات یہاں ببانگ دہل کہی جا سکتی ہے کہ اس پاک سرزمین پر ایک ایسی نڈر بے باک اور حق گو شخصیت موجود تھی۔جسے رب کریم اور نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی سے خوف نہیں تھا۔اور رب تعالیٰ نے حضور مفکر اسلام کا انتخاب فرما کر انہیں سے اس فریضہ کی ادائیگی کروائی۔

حضرت قبلہ آسیؔ صاحب نے وقت کے حکمرانوں جو فرعون،بش اور یزید کا پرتو ہیں کو للکارا۔اُنہیں غیرت دینی وملی اور جذبہ جہاد وحب الوطنی کے تقاضوں سے آگاہ کیا۔پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس پر ہونے والے رکیک حملوں سے لے کر مہنگائی اور عام انسان کی مشکلات پر کھل کر اپنے ردعمل کا اظہار کیا اور وقت کے یزید حکمران کو ''بے غیرت'' کا لقب عطا کیا۔صدر کے بارے میں لکھا کہ ''کاش تجھے تیری ماں نہ جنتی'' سے،جب وفاقی وزیر تعلیم نے اسلامی تعلیمات کے خلاف ہرزہ سرائی کی تو آپ نے غیرت دین سے اور کمال بیباکی سے اُس وزیر کو اس طرح مخاطب کیا ''ایک کتا اور بھونکا''

ان تحریروں نے حکومتی ایوانوں کو ہلا کر رکھ دیا۔حضور مفکر اسلام نے آخری وقت تک اس جہاد کو نثر و نظم میں جاری رکھا۔میں پوچھتا ہوں قومی اسمبلی اور سینٹ میں موجود لمبی لمبی داڑھیوں والے بڑی بڑی دستاروں والے،ہاتھ بھر لمبی زبان والے نام نہاد علماء اور بڑے بڑے ''محب وطن'' لیڈروں نے کیا کردار ادا کیا۔یہ سب کچھ اُن کی موجودگی میں اُن کے سامنے ہوتا رہا۔اگر یہ نام نہاد سیاسی و مذہبی رہنما ظاہری طور پر پشیماں ہو بھی جاتے تو اجلاس منعقد کرتے۔زیادہ تر کرسیوں کو بچانے پر بحث ہوتی۔اور رسماً حکومت کے خلاف ''ایک عدد مذمتی بیان'' جاری کر دیتے جس سے حکومت کے ہاتھ مزید مضبوط ہوتے اور اُسے اپنے منشور کو آگے بڑھانے کے لئے مزید تقویت ملتی۔ہاں ہاں یہی علماء سو ہیں جو عوام کے سامنے شیر اور حکومت وقت کے سامنے گیڈر کا کردار ادا کرتے رہے ہیں۔اسلاف کے وارثان کہلاتے ہوئے بھی شرماتے نہیں ہیں۔

اس خوف زدہ ماحول میں فرعونوں،نمرودیوں،اور یزیدیوں کو کس نے للکارا؟ کیسے للکارا؟ کیوں للکارا؟ اس سے کلی طور پر آگاہی کے لئے ''ماہنامہ مجلۃ الحقیقۃ'' میں تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔جس کی صرف ایک جھلک قارئین کو یہاں دکھائی گئی ہے۔کیا یہ فرض اُمت مسلمہ کے تمام مذہبی پیشواؤں،لیڈروں،علماؤں کا نہیں تھا۔لیکن افسوس ہمارے مدرسوں،اور مذکورہ شخصیات پر ایسا سکوت طاری ہے کہ یہ کسی بڑے سقوط کا پیش خیمہ نظر آتا ہے۔افسوس ملک بھر سے کسی پیر طریقت مذہبی لیڈر،دانشور،عالم نے قابل ذکر کردار ادا نہ کیا۔یہ صرف اور صرف حضور مفکر اسلام کا خاصہ ہی تھا کہ انتہائی ضعف و علالت اور پیرانہ سالی کے عالم میں میدان کارزار میں نکل کر نعرہ حق بلند کر کے رسم شبیری ادا کی

حضور مفکرِ اسلام نے کلمہ جہاد صرف حکومت تک محدود نہ رکھا بلکہ اُن نام نہاد پیشواؤں،لیڈروں اور باطل فرقوں کو بھی اپنی گرفت میں لائے جو اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف بے ادبیوں اور گستاخیوں میں ملوث پائے گئے اور آپ ان تمام کے لئے شمشیر بے نیام تھے۔

بفضل تعالیٰ آپ کی تحریک پر حکومت کو بہت سے فیصلوں سے دست بردار ہونا پڑا۔

بلا شک وشبہ حضور مفکر اسلام نے جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق بلند کر کے سفیر مجدد الف ثانیؒ ہونے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔

شاہ ابرار زندہ و مختار

حضور مفکر اسلام
پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیرے نزدیک اس کا کیا مطلب ہے اور غار ثور میں آپ نے حضرت ابوبکر صدیق ◆ سے قرآنی الفاظ میں فرمایا:

لا تحزن ان الله معنا (التوبہ)

ترجمہ: ''نہ گھبرا، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔

اس کا تیرے خیال میں کیا ترجمہ ہے۔

اسی طرح موسیٰ ◆ کو عصا پھینکنے کا حکم دیا اور وہ سانپ بن گیا تو فرمایا:

لاتخف انی لا یخاف لدی المرسلون

ترجمہ: ''ڈر نہیں بے شک میرے پاس (یا حضور) رسولوں کو خوف نہیں ہوتا''

کیا صاف واضح نہیں ہوا کہ رسول اپنے منصب کے لحاظ سے ہمیشہ اللہ کی حضوری میں ہی رہتے ہیں۔ البتہ اس حضوری کی کیفیتیں بدلتی رہتی ہیں۔ اور اگر دنیا میں رہتے ہوئے بھی اللہ کی خلت و رفاقت و معیت سے محروم نہیں تو بتایئے قبر پاک میں جا کر اگر امت پر نظر کرم فرماتے رہیں تو کیا یہ خلت و معیت ختم ہو جائے گی۔

رہ گیا اللھم الرفیق الاعلیٰ فرمانا تو یہ گویا اُنہیں تعلقات میں مزید مخصوص اضافہ ہے جسے شہیدوں کی زندگی کا انکار کر کے لا تشعرون کی زد میں آنے والا نہیں سمجھ سکتا۔ ورنہ مقام نبوت کا اصل مفہوم یہی ہے کہ خدا سے لے اور امت کو دے۔ نبی زمین پر ہو تو بھی خالق و مخلوق کے درمیان وجہ رابطہ ہے اور قبر میں ہو تو بھی (بلکہ عالم برزخ میں برزخیت بڑھ جانی چاہیئے)

اس قسم کی روایت پیش کرنے والوں سے پوچھئے کہ کیا آپ کو نبی کے اختیار کی بھی کوئی سمجھ آئی کہ نہیں۔ کیا موت و حیات کے بارے میں اس سے بڑا اعزاز بھی کوئی ہو سکتا ہے کہ نبی چاہے تو اس دنیا میں رہے اور چاہے تو اگلے جہان میں جائے۔ خدارا سوچئے کہیں یہ شرک تو نہیں ہو گیا کہ اللہ جو خالق و مالک اور بندوں کی حیات و موت کے سارے اختیارات کا مالک ہے، اپنے نبیوں کو بھی اس سلسلے میں کم از کم اپنے بارے میں ہی سہی، مرنے جینے کا اختیار دے رہا ہے۔

حدیث پر ایک اور زاویے سے بھی بات ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ سعید بن مسیب ◆ وہی ہیں جو ایام حرہ میں (یعنی جب یزیدی لشکر مدینہ منورہ کو پامال کر رہا تھا اور مسجد نبوی میں اذان نہیں ہوتی تھی) خاص روضہ سرکار ﷺ کے اندر سے آنے والی اذان پر نماز پڑھتے تھے (البدایہ والنہایہ) اور

اس حدیث کی مرکزی راویہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ☐ ہیں جو حضور سید عالم ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر ◆ کے وصال کے بعد پردے کا بہت زیادہ اہتمام نہ کرتے ہوئے بھی ان کی مقدس قبروں پر حاضر ہو جایا کرتی تھیں مگر جب حضرت فاروق اعظم ◆ کی قبر مبارک بن گئی تو آپ پردے کے خاص اہتمام سے وہاں آتی تھیں۔ وہ خود فرماتی ہیں کہ پہلے میرے شوہر نامدار تھے اور پھر دوسرے والد ماجد (گویا دونوں محرم) اب فاروق اعظم ◆ کے قبر میں آنے کی وجہ سے یہ اہتمام خصوصی ہے۔ (مسند احمد)

گویا حضرت سعید بن مسیب ہی کا نہیں، ام المومنین سیدہ عائشہ ☐ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ اور آپ کے دونوں وزیر اپنی اپنی مقدس قبروں میں موجود بھی ہیں، زندہ بھی اور زائرین کو دیکھتے جانتے بھی ہیں۔

آیئے اب تیسرے راوی حضرت عروہ بن زبیر جو ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ ☐ کے حقیقی بھانجے ہیں، کی روایت جو بخاری شریف میں ہے، ملاحظہ فرمایئے:

عن عروہ بن زبیر لما سقط علیھم الحائط فی زمان الولیدبن عبد الملک اخذوا فی بناء ہٖ فبدت لھم قدم ففزعوا و ظنوا انھا قدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فماوجدوا احدًا یعلم ذالک حتی قال لھم عروہ لا واللہ ماھی قدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما ھی الا قدم عمر (بخاری شریف)

ترجمہ: ''حضرت عروہ بن زبیر ◆ سے روایت ہے کہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں جب حضور ﷺ کے حجرے کی دیوار گرگئی تو (صحابہ وتابعین) اس کو بنانے لگے۔ انہیں ایک قدم نظر آیا تو وہ گھبرا گئے اور انہوں نے گمان کیا کہ نبی پاک ﷺ کا قدم مبارک ہے تو اس وقت کوئی حقیقت حال جاننے والا بھی نہ ملا۔ یہاں تک کہ حضرت عروہ بن زبیر ◆ نے ان سے فرمایا ''نہیں اللہ کی قسم یہ نبی پاک ﷺ کا قدم پاک نہیں ہے یہ تو حضرت عمر ◆ کا قدم انور ہے''

اس حدیث پاک سے حضرت عروہ بن زبیر ◆ کا ہی نہیں، صحابہ وتابعین کا اجماعی عقیدہ بھی سامنے آجاتا ہے کہ وہ سب حضور پرنور ﷺ اور آپ کے دونوں وزیروں کو ان کی قبروں میں جسمانی حیات کے ساتھ زندہ مانتے تھے اسی لئے تو ایک (مقدس) قدم دیکھ کر گھبرا گئے کہ کہیں یہ حضور ﷺ کا نہ ہو۔ مشاہدے نے بھی ثابت کر دیا کہ ان کا عقیدہ درست تھا کیونکہ اگر حضرت عمر ◆ کا قدم مبارک تریسٹھ برس سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود ہر تغیر سے محفوظ رہا تھا تو یقیناً ان کا سارا جسم پاک بھی محفوظ ہوگا اور پھر خود جان حیات حضور ﷺ کے جسم کا کیا حال ہوگا۔ نیز یہ بھی ثابت ہوگیا کہ کراچی کے ملحد کا یہ خیال غلط ہے کہ انبیاء وشہداء قبروں میں نہیں، جنت میں زندہ ہیں۔

نیز حضرت امام بخاری نے یہ حدیث درج کر کے ثابت کر دیا کہ ان کا اپنا عقیدہ بھی وہ نہیں جس کا ڈھنڈورا کراچی کا ملحد پیٹ رہا ہے بلکہ صحابہ وتابعین ☐ کے عین مطابق ہے (اور وہ ہے انبیاء ☐ اور شہداء کی قبروں میں جسمانی حیات کا) موقع مناسبت سے ایک اور حدیث کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمایئے جو موطا امام مالک (◆) میں ہے جو حضرت امام شافعی ◆ کے نزدیک حدیث کی سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ ◆ فرماتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی کہ قبیلہ بنو مسلم کے دو انصاری صحابی حضرت عمرو بن جموح اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی قبر کے کچھ حصے کو سیلاب بہا کر لے گیا ہے۔ دونوں کی قبر ایک تھی اور دونوں غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے۔ ان کی قبر کو کھودا گیا تاکہ ان کے جسموں کو کہیں اور منتقل کیا جائے اور ان کو اس حال میں پایا گیا گویا کل ہی فوت ہوئے ہوں۔ ان میں سے ایک زخمی تھے، انہوں نے اپنا ہاتھ زخم پر رکھا ہوا تھا اور اسی حال میں دفن کئے گئے تھے۔ پھر ان کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو پھر اپنی جگہ پر آ گیا۔ جنگِ احد اور قبر کھودنے کے واقعے کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا۔ (موطا شریف)

ملحد کا سارا زور اس پر ہے کہ انبیاء کرام خصوصاً حضور ﷺ وصال کے بعد قبروں میں نہیں بلکہ جنت میں ہیں۔ اس کے جواب میں کافی کچھ

وضاحت ہوچکی ہے۔ تاہم دو حدیثیں مزید حاضر ہیں۔ ایک میں قبر کے کھلنے کا ذکر ہے اور دوسری میں اس سے اٹھنے کی کیفیت، چنانچہ

☆......حضرت ابو ہریرہ ◆ کے مطابق حضور ﷺ فرماتے ہیں

انا سید ولد ادم یوم القیٰمة و اول من ینشق عنه القبر (مسلم شریف)

ترجمہ: ''یعنی میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے قبر سے باہر آؤں گا''

الجامع الصغیر جلد ۲ کی ایک صحیح حدیث کا آخری حصہ ہے۔ حضور ﷺ حضرت عیسیٰ ◆ کے بارے میں فرماتے ہیں

ولیاتین قبری حتی یسلم علی ولاردن علیه

ترجمہ: اور ضرور وہ میری قبر پر آئیں گے حتیٰ کہ مجھے سلام کہیں گے اور میں ضرور ضرور ان کو جواب سلام دوں گا۔

قبر نبوی کی زیارت کی احادیث: رسلیا کے صفحہ ۷ پر اس ملحد نے ایک عنوان باندھا ہے ''قبر نبوی کی زیارت کی فضیلت کی بناوٹی روایتیں''۔ اس سلسلے میں اس نے صرف دو حدیثوں کو ضعیف بلکہ موضوع ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا اس سے یہ حقیقت روشن نہیں ہوجاتی کہ بالفرض وہ سچا ہوتو بھی ان دو کے سوا باقی تمام روایات (جو آگے آرہی ہیں) صحیح اور واضح ہیں۔

ان حدیثوں میں جو اس نے پہلے لکھی ہے وہ ہے:

من زار قبری حلت له شفاعتی (بزاز)

اس حدیث پر وہ بہت برسا ہے اور اسے ضعیف بلکہ موضوع ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اپنی تحقیق کے مطابق وہ زیادہ سے زیادہ ضعیف کہہ سکتا تھا مگر اس کا گستاخ قلم اتنے پر قناعت کیوں کرتا۔ حضرت علامہ سبکی ؒ نے شفاء السقام میں اس کی سند پر بہت بحث کی ہے کہ اس کے راویوں پر الزامات بے بنیاد ہیں اور بعض محدثین کے نزدیک یہ صحیح ہے۔

اب ایک طرف ایک کج ذہن ملحد ہے اور دوسری طرف ایسا علامہ جس کی شخصیت خود سند ہے۔ کون سا بے وقوف ہوگا جو علم و فضل کے ایسے وسیع سمندر کے مقابلے میں بغض و کدورت کی ایک گندی نالی کو ترجیح دے۔

لیجئے دوسری روایت جسے اس نے موضوع ثابت کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں

من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائیاً من قبری ابلغته

ترجمہ: جس نے میری قبر کے قریب درود پڑھا، اسے میں نے سن لیا اور جس نے دور سے درود پڑھا، وہ مجھے پہنچا دیا گیا۔

اس روایت کے موضوع ثابت ہونے سے ہمیں کیا فرق پڑتا ہے۔ کیونکہ یہ علماء دیوبند کی دلیل ہے جو حضور ﷺ کی حیات کے تو قائل بنتے ہیں مگر عالم گیر سماعت کے منکر ہیں۔ ان کے نزدیک یہی ہے کہ حضور پر نور ﷺ روضہ مقدسہ میں حاضر ہونے والوں کا سلام سنتے ہیں، دور سے درود و سلام کا تحفہ فرشتے پیش کرتے ہیں۔ اس کے برعکس جو روایت ہماری دلیل ہے، بحمد للہ بالکل صحیح ہے اب اسے دیکھئے حضور ﷺ فرماتے ہیں:

اکثروا الصلوة علی یوم الجمعة فانه یوم مشهود تشهد الملٰئکة لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوته حیث کان قلنا وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

(جلاء الافہام، بحوالہ ترغیب للحافظ المنذری)

ترجمہ: جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو، اس لئے کہ وہ حاضری کا دن ہے۔ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جو بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے، اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے (یعنی میں اس کی آواز سنتا ہوں) وہ جہاں بھی ہو، ہم (صحابہ) نے عرض کیا حضور آپ کے وصال کے بعد بھی؟ فرمایا ہاں میری وفات کے بعد بھی، بے شک اللہ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ نبیوں

کے جسموں کو کھائے۔

اگر اس قسم کے ملحدین کا حدیث صحیح پر واقعی ایمان ہے تو انہیں مان لینا چاہئے کہ حضور پرنور ﷺ اپنی قبر منور میں زندہ ہی نہیں، دور و نزدیک پڑھے جانے والے درود وسلام کی ساری آوازیں سماعت بھی فرماتے ہیں۔ جیسا کہ ہم تفصیل سے گذشتہ صفحات میں ثابت کر آئے ہیں۔

ملحدانہ فکر کی اصل جڑ انکار کمالات نبوت ہے اور اس کا مقصد نبی کریم ﷺ سے امت کا رابطہ ختم کرنا ہے۔ اسی لئے وہ حیات النبی کے منکر ہیں اور حیات شہدا کے انکار سے بھی ان کا یہی مقصود ہے۔ کتنے ستم کی بات ہے کہ اہل بیت، صحابہ، تابعین، تبع تابعین کے بعد ساتویں صدی ہجری تک کے فقہاء و محدثین میں سے کسی نے اس کا انکار کیا اور نہ روضہ سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت کے سفر کو گناہ قرار دیا۔ آٹھویں ہجری میں ابن تیمیہ پیدا ہوا جس کے بارے میں علما فرمایا کرتے تھے:

علمهٗ اکبر من عقله

ترجمہ: ''اس کا علم اس کی عقل سے زیادہ ہے''

نے زیارت دربار رسول ﷺ کی نیت سے سفر کو تو جائز نہ سمجھا البتہ قبر منور میں حضور نبی کریم ﷺ کی موجودگی اور حیات سے اسے بھی انکار نہیں تھا۔

ایک یہ بدنصیب ہے کہ شقاوت وسنگدلی میں اس سے بھی آگے نکل گیا اور حیات کے انکار پر تل گیا۔ چنانچہ وہ روایات جن سے کسی نے بھی قبور مقدسہ میں انبیاء کرام □ اور شہداء عظام ❁ کی حیات کا انکار نہیں کیا، اس نے بزعم خویش یہی ناپاک مفہوم لیا یہ کیوں، خود وہ لکھتا ہے:

''قبر میں مردہ کے زندہ ہو جانے کا عقیدہ ہی تو قبر پرستی کی جڑ ہے''

گویا اگر قبر پرستی نہ ہوتی تو پھر اہل قبور کو زندہ ماننے میں اسے تامل نہ ہوتا۔ سچی بات ہے کہ بعض لوگ اپنی آوارہ سوچ کے ساتھ پہلے کوئی عقیدہ ٹھہرا لیتے ہیں اور پھر اس عقیدے کی روشنی میں آیات وروایات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یعنی انہیں قرآن وسنت سے عقیدہ نکالنے سے تو پرہیز ہوتا ہے البتہ اپنے عقیدے کو خدا اور رسول ﷺ کے کلام میں ٹھونسنا چاہتے ہیں یعنی

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

یہ ملحد مر گیا اور اپنے انجام کو پہنچا۔ شاید زندہ رہتا تو چند سال کے بعد اعلان کر دیتا کہ ''قبر پرستی'' کی بنیاد قبر کا موجود ہونا ہے۔ لہٰذا مردوں کو قبروں میں دفن کرنے کی بجائے کسی دریا یا ندی نالے میں بہا دیا کریں یا آگ میں جلا دیا کریں۔ جنت البقیع جیسے مقدس مقامات میں جن لوگوں نے بلڈوزر چلائے تھے، کیا ان کی ذہنیت کچھ ایسی ہی نہیں تھی۔

یہ شخص جس کی ناپاک تحریر کا جواب دیا گیا ہے، بغض رسالت نے اسے بالکل پاگل بنا رکھا تھا۔ مگر اس قسم کا طرز فکر کہ مخصوص مصلحتوں کے پیش نظر زندہ حقیقتوں کا انکار کر دیا جائے۔ علم وفضل کے بڑے بڑے مدعیوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ دیکھئے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا یہ ارشاد......ایک جگہ فرماتے ہیں (مردوں کے سننے کے بارے میں):

''دونوں طرف اکابر ہیں اور دلائل، ایسے اختلافی مسئلہ میں کون فیصلہ کر سکتا ہے''۔ (امداد الفتاویٰ جلد: ۵)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''البتہ عوام کا سا اعتقاد کہ ان کو حاضر و ناظر تصرف مستقل فی الامور سمجھتے ہیں یہ صریح ضلالت ہے۔ اگر اس کی اصلاح بدوں انکار سماع نہ ہو سکے تو انکار سماع واجب ہے''۔

یعنی پہلے مسئلے کو مشکوک کر دیا اور پھر مزید ہٹ دھرمی کہ اولیاء کرام کے فضائل وکمالات کے عقائد کا انکار کرانے کیلئے اہل قبور کے سننے کا

انکار واجب ٹھہرا دیا۔ یہ ہے گھر کی شریعت۔ گویا عیسائی حضرت عیسیٰ ◆ کے مردے زندہ کرنے کی وجہ سے انہیں خدا مانتے ہیں تو ڈٹ جاؤ کہ حضرت عیسیٰ ◆ مردے زندہ نہیں کر سکتے تھے۔ مگر سوچئے کیا قرآن پاک نے اس طرز فکر کی تائید فرمائی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس نے حضرت عیسیٰ ◆ کے ان معجزات کو بیان فرمایا مگر ساتھ ان کے خدا ہونے کی نفی کر دی اور دلیل دی کہ یہ کمالات حضرت عیسیٰ ◆ کے ذاتی نہیں تھے بلکہ عطائی تھے اور عطائی کمالات والا خدا نہیں ہو سکتا۔ تھانوی صاحب نے اول تو عوام المسلمین پر شرک کا فتویٰ دیا اور وہ بھی جھوٹ الزام لگا کر۔ کیونکہ کوئی مسلمان بھی خدا کے سوا کسی کو خدا کی طرح حاضر وناظر، متصرف اور مستقل فی الامور نہیں سمجھتا۔ جس کی جتنی شان مانتا ہے، اللہ کی عطا سے مانتا ہے اور جو عطائی شان مانتا ہے اس کی بنیاد بھی آیات وروایات پر ہے، مثلاً قرآن پاک میں حضرت سلیمان ◆ کے تخت بلقیس لانے کا واقعہ مذکور ہے۔ اس سے اولیاء کرام کی خداداد طاقت وتصرف بالکل واضح ہے۔ پھر حدیث بخاری میں ہے:

کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصربه

ترجمہ: (خدا اپنے بندہ محبوب ومقرب کے بارے میں فرماتا ہے کہ) میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے"۔

لہذا وہ اہل ایمان کتاب وسنت کی روشنی میں اولیا کرام کے خداداد کمالات مانتے ہیں۔ کتنا غضب ہے جناب تھانوی انہی کا انکار کرانے کیلئے مردوں کی سماعت کا انکار واجب ٹھہرا رہے ہیں۔ حالانکہ یہ مسئلہ احادیث صحیحہ سے پوری طرح واضح ہے۔ حتیٰ کہ علماء دیوبند میں بھی جو لوگ کچھ نہ کچھ خدا کا خوف رکھتے تھے، اس کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ مثلاً مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری نے فیض الباری میں لکھا:

الاحادیث فی سماع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر (فیض الباری جلد:۲)

ترجمہ: مردوں کے سماع میں حدیثیں تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔

منافقین کا فکر وعمل:

ایمان کا اولین تقاضا بلکہ اس کی جان اگر محبت رسول اور تعظیم رسول ﷺ ہے تو منافقت کا اولین تقاضا بلکہ اس کی جان بغض رسول اور گستاخی رسول ہے (ﷺ) مومن کو ہر دوست، رشتے بلکہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب، حبیب خدا حضور محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں اور اس کے نقطہ نظر کے مطابق جس چیز کو حضور پرنور ﷺ سے نسبت کا شرف حاصل ہو، محبوب ہے۔ بلکہ عشق ومحبت کی پہچان یہی ہے کہ محبوب کے اہل بیت، اصحاب، گھر، شہر، وطن، آثار وتبرکات اور دیگر متعلقات سے بھی پیار اور ان کی تعظیم ہو۔ جب کہ کسی شخص سے بغض وکدورت کی پہچان یہ ہے کہ ایسی سب اشیاء سے بغض وکدورت ہو۔ چنانچہ منافق کا یہی حال ہوتا ہے، مسجد نبوی کے مقابلے میں ضرار کا بنانا، ذوق وشوق بندگی کی بنا پر نہیں تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ سے منسوب مسجد کی طرف سے توجہ ہٹانا اور مسجد کے نام پر اہل نفاق کو ایک مرکز مہیا کرنا مقصود تھا۔ خود دربار رسالت سے ان کے تعلق کا کیا حال تھا، یہ بھی قرآن پاک سے پوچھئے۔ (صرف ایک آیت مثال کیلئے):

واذاقیل لهم تعالوا یستغفر لکم رسول الله لووا رء وسهم و رایتهم یصدون وهم مستکبرون O
(المنفقون:۵)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو گے کہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

گویا رسول اللہ ﷺ کے دربارِ دُربار سے منہ پھیرنا منافقت کا اصل الاصول ہے۔ حضور سرور دوعالم ﷺ دنیا میں جلوہ گر تھے تو بھی منافقین کا یہی طرز فکر وعمل تھا اور اب آں حضور ﷺ قبر مقدس میں رونق افروز ہیں تو بھی انہیں آپ کی بارگاہ میں جانا ناگوار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان کا

فکر و عمل بھی یہی اور اسے اللہ کے محبوبوں سے بھی بیر ہے اور ان کے مقابر سے بھی کدورت۔ دیکھئے تفسیر عزیزی میں:

ترجمہ: ''محدث ابن ابی الدنیا'' مکائد الشیطان'' میں حضرت ابن عمر ◆ سے روایت لائے ہیں کہ ایک دن ابلیس کی حضرت موسیٰ ◆ سے ملاقات ہوئی تو بولا اے موسیٰ! حق تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور ہمکلامی کا شرف بخشا ہے۔ میں گنہگار ہوں۔ چاہتا ہوں کہ میں توبہ کرلوں۔ میری شفاعت کیجئے کہ حق تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالے۔ حضرت موسیٰ ◆ نے فرمایا ہاں میں جناب الٰہی میں دعا کرتا ہوں کہ تیری توبہ قبول فرمالے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ ◆ دعا میں مشغول ہوگئے۔ بارگاہ خداوندی سے فرمان پہنچا کہ حق تعالیٰ نے تمہاری شفاعت سے اس کی توبہ قبول فرمالی۔ اسے فرماؤ کہ حضرت آدم کی قبر کی طرف منہ کر کے سجدہ کرے تاکہ اس کی تقصیر بخش دوں۔ حضرت موسیٰ ◆ نے ابلیس کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ ابلیس بولا میں نے اسے زندہ تھا تو سجدہ نہیں کیا۔ اب مردے کو سجدہ کیوں کروں......الخ''

دیکھ لیا، یہ ہے شیطانی ذہنیت (اور یہ ہے شیطانی توحید) خدا بھی فرمائے آدم ◆ کو سجدہ کرو تو وہ شیطان ہی کیا جو سجدہ کردے اور پھر وہی رب یکتا فرمائے اس کی قبر کو سجدہ کردے تو گناہ معاف اور لعنت موقوف، مگر شیطان کو جہنمی اور لعنتی بن جانا منظور ہے۔ اللہ کے محبوبوں کی تعظیم منظور نہیں۔

اب ہمارے نبی کریم ◘ نے سجدۂ تعظیم کو بھی خدا کے سوا دوسروں کیلئے حرام قرار دے دیا، مگر تعظیم کی دوسری شکلیں جنہیں جائز رکھا، شیطان کو تو یہ بھی برداشت نہیں لحہ بہ لحہ حزب الشیطن کی قیادت کرتے ہوئے انہی کے خلاف وسوسے ڈالتا ہے اور پروپیگنڈا بھی کرتا ہے۔ پھر پروپیگنڈا بھی توحید کے نام پر۔ کتنا خوبصورت انداز ہے دھوکا دینے کا۔ اللہ بچائے اس شیطانی توحید سے جو اتنی خطرناک ہے کہ ہمیشہ کے عذاب اور ہمیشہ کی لعنت سے بھی بے نیاز کردیتی ہے۔

دیکھئے حضور رحمۃ للعلمین m دنیا میں جلوہ افروز ہیں۔ رحمتوں کی موسلا دھار بارش ہے۔ انوار سے دل وضمیر کے آئینے جگمگا رہے ہیں۔ کفر وشرک کے زنار ٹوٹ رہے ہیں اور ایک آن میں خود پرست خدا پرست بلکہ خداشناس ہورہے ہیں۔ جہالت میں ڈوبے ہوئے لوگ اسرار معرفت کے موتیوں سے دامن بھر رہے ہیں۔ جنت ومغفرت کی سندیں تقسیم ہورہی ہیں۔ خود خالق کائنات گنہگاروں کو درِ محبوب m پر بلا رہا ہے اور فرما رہا ہے:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاء وک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما (النساء:۶۴)

ترجمہ: ''اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں۔ پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

گویا اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے مایوس نہ ہوں، اللہ کے محبوب m کی خدمت میں حاضر ہو کر سفارش کرالیں تو اللہ کو تواب (یعنی بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا) اور رحیم (از حد مہربان) پائیں گے۔ مگر آئیں گے تو وہ جو اللہ کی توابی ورحمت سے سیراب ہونا چاہتے ہیں۔ وہ کیوں آئیں، جنہیں جہنم میں جانا تو منظور ہے درِ محبوب پر حاضر ہونا منظور نہیں۔ حضور تو بالمومنین روف رحیم (یعنی مومنوں پر خاص شفقت ورحمت فرمانے والے ہیں) دنیا میں جلوہ افروز تھے تو بھی امت کیلئے استغفار کرتے تھے اور روضہ پرنور میں ہیں تو بھی یہی کام کرتے ہیں۔ دیکھئے حضرت علامہ سیوطی ؒ کا ارشاد (حضور m کے قبر انور میں اشغال کے بارے میں):

النظر فی اعمال امتہ والاستغفار لھم من السیات والدعاء بکشف البلاء عنھم والتردد فی اقطار الارض لحلول البرکۃ فیھا و حضور جنازہ من مات من صالحی امتہ فان ھذا الامور من جملہ اشغالہ فی البرزخ کما وردت بذلک الاحادیث والاثار (انباء الاذکیاء)

ترجمہ: ۱۔ اعمال امت پر نظر اوران کیلئے گناہوں سے بچنے (اور بخشش) کی دعا۔
۲۔ ان سے مصائب دور کرنے کی دعا۔
۳۔ زمین کے مختلف خطوں میں برکت دینے کیلئے تشریف لے جانا۔
۴۔ صالحین امت میں سے جو وفات پائے اس کی نماز جنازہ میں حاضر ہونا۔

بے شک یہ امور برزخ میں حضور ﷺ کے اشغال میں سے ہیں۔جیسا کہ احادیث وآثار میں وارد ہے۔اتنی رحمتوں کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص غرور وتکبر کے خول سے نکل کر اپنی بخشش کرانے کا آرزومند نہیں تو کسی اور کا کیا نقصان

در فیض محمد وا ہے ، آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

جو بد بخت حضور پر نور ﷺ کے وسیلے سے اپنی بخشش کرانے سے جی چراتا ہے،خدا بھی اس کو بخشش سے محروم رکھنے کا اعلان کر چکا ہے۔ (یعنی اس مردود کا فیصلہ یہ ہے کہ بخشش اگر ان کے در پر جا کر ہی ہونی ہے تو بخشش بھی منظور نہیں اور اس قہار وجبار جل جلالہ کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر ان کے در سے پھرتا ہے تو تیری بخشش کی کوئی صورت نہیں۔دیکھئے اللہ کے کلام کا دوٹوک انداز۔سورۃ المنفقون کی آیت:۵ اوپر آچکی ہے جس کا ترجمہ دوبارہ ملاحظہ فرمائیے:

''جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں''۔

اب اگلی (یعنی آیت نمبر۶) ملاحظہ ہو:

سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفرلھم لن یغفر اللہ لھم ان اللہ لایھدی القوم الفسقین

ترجمہ: ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو،اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا،بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا''

دوسرے مقام پر جوش غضب دیکھئے:

استغفرلھم اولا تستغفرلھم ان تستغفرلھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم ذلک بانھم کفروا باللہ ورسولہٖ واللہ لایھدی القوم الفسقینo

ترجمہ: تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو،اگر تم ستر باران کی معافی چاہو گے تو اللہ ہرگز انہیں نہیں بخشے گا،یہ اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے منکر ہوئے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا''۔(کنزالایمان)

دربارِ رسالت ﷺ اور اس کی حاضری:

حضور اکرم نور مجسم ﷺ دنیا میں تشریف فرما تھے تو بھی کونین کی پناہ گاہ تھے اور دارین کیلئے دارالسلام اور دارالامان۔جن وبشر تو کجا مویشی اور پرندے تک حاضر ہو کر فریاد کرتے اور داد پاتے۔(جیسا کہ احادیث ومعجزات کی کتابوں میں کئی واقعات ملتے ہیں)اب روضہ پر نور میں ہیں تو بھی رحمۃ للعلمین ہیں اور درد وغم کے مارے گناہوں میں ڈوبے ہوئے احساس ندامت اور امید کرم لے کر بارگاہ رسالت میں اسی طرح حاضر ہوتے ہیں۔ جیسے وصال شریف سے پہلے حاضر ہوتے تھے۔صحابہ کرام،تابعین،تبع تابعین،آئمہ مجتہدین،فقہا ومحدثین،صوفیہ وعارفین اور خلفاء وسلاطین سب نے اس پر اتفاق کیا اور اپنے اپنے دور میں روضہ پر نور پر بھی حاضری دیتے رہے۔ان بزرگوں میں ایک بھی شخصیت ایسی نہیں ملتی جس نے اس

سعادت کوٹھکرایا ہو۔ کتب احادیث میں وہ مکالمہ بھی موجود ہے جو مروان بن الحکم اور (میزبان رسول) حضرت سیدنا ایوب انصاری ◆ کے درمیان ہوا تھا۔

پھر حضرت امام مالک ◆ اور خلیفہ منصور عباسی کی گفتگو بھی محفوظ ہے جو دربارِ رسالت ﷺ میں (یعنی حضور ﷺ کے روضہ اقدس کے پاس) ہوئی۔ چنانچہ شفا شریف میں ہے خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی حضرت امام مالک ◆ سے بات کر رہا تھا کہ آواز بلند ہوگئی۔ حضرت امام نے فرمایا امیر المومنین! اس مسجد میں آواز بلند مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو یوں ادب سکھایا ہے:

یاایھاالذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی......

ترجمہ: اے ایمان والو! نبی کی آواز سے اپنی آواز مت بلند کرو'

اور ایک قوم جو آداب بجالائی، اس کی تعریف یوں کی:

ان الذین یغضون اصواتھم عندرسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ واجرعظیمO

ترجمہ: بیشک جو لوگ رسول اللہ کے حضور اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، اللہ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کیلئے آزمالیا، انہیں کیلئے بخشش ہے اور اجر عظیم''۔

اور ایک قوم کی یوں مذمت فرمائی:

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون

ترجمہ: بے شک جو حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر بے وقوف ہیں۔

حضور ﷺ کا ادب وصال شریف کے بعد بھی پہلے کی طرح ہے۔ خلیفہ منصور کے رونگٹے کھڑے ہوئے۔ پھر اس نے پوچھا اچھا بتایئے قبلے کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا قبر منور کی طرف کر کے۔ آپ نے فرمایا ان سے کیوں منہ پھیرتے ہو جو تمہارے بھی وسیلہ ہیں اور تمہارے باپ آدم کے بھی ( ) پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی ولو انھم اذظلموا......

حقیقت یہ ہے کہ ولـــو انھـــم اذاظـــلـــمـــوا...... والی آیت جس میں اللہ جل مجدہ نے اہل ایمان کو اپنے گناہ بخشوانے کیلئے حبیب کریم ﷺ کے دروازے پر بلایا ہے، امت میں سے کسی نے بھی اس کو حضور ﷺ کے وصال سے پہلے دور تک محدود و مخصوص نہیں سمجھا بلکہ سب کے نزدیک اس کا حکم نافذ ہے اور سرکار ابد قرار ﷺ کی بارگاہ رحمت وصال شریف کے بعد بھی زندہ ہے اور امت کا دنیا میں سب سے بڑا سہارا ہے...... رحمۃ للعلمین ﷺ کی بارگاہ میں حاضری ان تمام نعمتوں، دولتوں، رحمتوں کے حصول کا ذریعہ ہے جن کے لئے پہلے تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد علوی مالکی مد ظلہ العالی جو مکہ معظمہ میں دور حاضر کے بہت بڑے محقق ہیں، اپنی عظیم کتاب ''ذخائر محمدیہ'' (میرے پاس اس کا ترجمہ ہے جو جناب مفتی محمد خان قادری صاحب اور ڈاکٹر غلام شبیر قادری صاحب نے کیا ہے) میں ایک عنوان ''زائر روضہ رسول ﷺ کے فضائل'' کے تحت فرماتے ہیں: علماء نے زیارت قبر نبوی کرنے والے شخص کے بارے میں کہا کہ اسے کم از کم یہ دس فضیلتیں حاصل ہوتی ہیں:

۱۔ اسے اعلیٰ مراتب عطا کئے جاتے ہیں۔
۲۔ اعلیٰ مطالب کا حصول۔
۳۔ اہم منافع کا حصول۔
۴۔ عظیم عطیات کا حصول۔
۵۔ عظیم مصیبتوں میں امن نصیب ہوتا ہے۔
۶۔ عیوب و نقائص سے تطہیر

۷۔ مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔
۸۔ مشکلات کا ازالہ ہوتا ہے۔
۹۔ انجام اچھا ہوتا ہے۔
۱۰۔ رب کریم کی خصوصی رحمت کا حصول
یہ تھی آیہ قرآنی کی ترجمانی وتفسیر۔اب آیئے ارشادات رسالت ماب کی طرف (ﷺ) صرف چند ایک پیش خدمت ہیں:
۱۔ من زار قبری وجبت له شفاعتی ﴿دار قطنی۔بیہقی وغیرہ﴾
ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی،اس کیلئے میری شفاعت ضروری ہوگئی''
حضرت علامہ ابوالحسن علی تقی الدین سبکی شافعی رحمہ اللہ نے ''شفاالسقام فی زیارت خیرالانام'' میں اس کی سند پر بحث کرکے اسے ''حسن'' بلکہ صحیح قرار دیا۔
۲۔ من زار قبری حلت له شفاعتی. ﴿بزار﴾
ترجمہ: جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی،اس کیلئے میری شفاعت حلال ہوگئی''۔
''شفاالسقام'' کے مطابق بعض محدثین نے اسے صحیح کہا ہے۔جن راویوں پر کچھ کلام ہوا ہے،وہ امام سبکی کے نزدیک بہرحال فسق وکذب سے بری ہیں۔
۳۔ من جاء نی زائراً لا تحمله حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعاً یوم القیمة. ﴿کبیر واوسط،طبرانی،امالی دارقطنی وغیرہ﴾
ترجمہ: ''جو شخص زیارت کیلئے میرے پاس آیا اور اس کو اس عمل میں زیارت کے سوا کسی حاجت نے نہیں لایا تو میرے اوپر حق ہوگا کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں''۔
''شفاالسقام'' میں محدث ابن السکن کے حوالے سے ''صحیح'' کہا گیا ہے۔نیز لکھا ہے کہ بعض روایات میں لایعملہ کی بجائے لاینزعہ ہے۔ دونوں ہم معنی ہیں۔
۴۔ من حج فزار قبری بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی ﴿دارقطنی۔طبرانی،وغیرہ﴾
ترجمہ: جس نے حج کیا پھر میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی''
امام سبکی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سندوں پر جو اعتراضات تھے،ان کا شافی جواب دیا ہے۔یہ حدیث یوں بھی وارد ہے:
من حج فزارنی بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی
ترجمہ: جس نے حج کیا اور میرے وصال کے بعد میری زیارت کی،اس جیسا ہے جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔
۵۔ من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی
ترجمہ: جس نے حج بیت اللہ تو کیا مگر میری زیارت نہ کی،اس نے مجھ پر ظلم کیا''۔
۶۔ من زار قبری او من زارنی کنت له شفیعاً او شهیداً
ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی یا (ایک روایت کے مطابق) میری زیارت کی،میں اس کا شفیع ہوں گا یا گواہ''
امام سبکی رحمہ اللہ نے اس کی سند پر کئے جانے والے تمام اعتراضات کا مکمل جواب دیا ہے:
۷۔ من زارنی متعمداً کان فی جواری یوم القیمة ﴿عقیلی﴾
ترجمہ: جو قصداً میری زیارت کرے گا' قیامت کے دن میری پناہ میں ہوگا''۔ (جاری ہے)
☆......☆......☆

محمد احمد قادری نورانی

جذبہ حُب الوطنی

قومی غیرت اور دینی حمیت کا تقاضہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ بدھ 18 جون 2008ء کا دن تھا جب نیشنل آرٹ گیلری اسلام آباد کا ہال سامعین سے کچھا کھچ بھرا ہوا تھا، اسٹیج پر موجود مختلف مہمانوں میں مسز جنرل اشفاق پرویز کیانی کے ساتھ مہمان خصوصی امریکی سفیر این ڈبلیو پیٹرسن بھی موجود تھیں، تقریب اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی کہ اِس دوران تقریب کا وہ مرحلہ بھی آ گیا جس میں پاکستان کے ایک ذہین ترین طالبعلم کو دنیا کی بہترین درسگاہ ہارورڈ یونیورسٹی کی اسکالرشپ کا ایوارڈ دیا جانا تھا چنانچہ تقریب کے میزبان نے اعلان کیا کہ مہمان خصوصی امریکی سفیر محترمہ این ڈبلیو پیٹرسن اب ہارورڈ یونیورسٹی کی اسکالرشب حاصل کرنے والے پاکستانی طالبعلم عبدالصمد خرم کو ایوارڈ دیں گی، چنانچہ عبدالصمد خرم کو اسٹیج پر بلایا گیا تاکہ وہ مہمان خصوصی سے اپنا ایوارڈ وصول کریں، تالیوں کی گونج میں پاکستانی نوجوان طالبعلم عبدالصمد خرم اپنی سیٹ سے اٹھا اور باوقار انداز میں متناسب قدموں سے چلتا ہوا اسٹیج پر پہنچا، امریکی سفیر این ڈبلیو پیٹرسن مسکراتی ہوئی اُس کی جانب بڑھیں اور انہوں نے مصافحہ کیلئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، لیکن نوجوان عبدالصمد خرم نے امریکی سفیر کی مسکراہٹ اور اُس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظرانداز کر دیا، وہ سیدھا روسٹرم پر پہنچا، تالیوں سے گونجتے ہوئے ہال میں یکا یک خاموشی چھا گئی، عبدالصمد خرم نے نہایت اعتماد سے بلند آواز میں امریکی سفیر سمیت ہال میں موجود تمام حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''امریکہ نے ہمارے پاکستان کے قبائلی علاقے پر حملہ کیا ہے اور وہ پرویز مشرف کو ہی ہم پر بطور صدر مسلط کئے ہوئے ہے، میں اِس امریکی جارحیت پر شدید احتجاج کرتا ہوں اور بطور احتجاج یہ اسکالرشب لینے سے انکار کرتا ہوں'' نوجوان پاکستانی طالبعلم عبدالصمد خرم کے منہ سے ان الفاظ کا ادا ہونا تھا کہ نیشنل آرٹ گیلری میں چھایا ہوا سناٹا یکلخت زوردار تالیوں کے شور میں بدل گیا اور ہال میں موجود ہر شخص اپنی سیٹوں سے کھڑا ہو کر عبدالصمد خرم کو اِس جرأت اور غیرت مندانہ اقدام پر شاندار خراج تحسین پیش کر رہا تھا، امریکی سفیر حیران و پریشان کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھی کہ اسی اثنا میں تقریب کی انتظامیہ عبدالصمد خرم کی طرف لپکی اور انہوں نے اُسے اپنے گھیرے میں لے کر اُس کے ہاتھ سے موبائل فون چھین لیا کہ شائد موبائل فون میں کوئی دستی بم نہ ہو، لیکن نوجوان عبدالصمد خرم بالکل مطمئن اور پرسکون تھا اور اُس کے چہرے پر اسکالرشپ کے کھو دینے کے دکھ کے بجائے قومی جذبوں اور امنگوں کی ترجمانی کرنے والی طمانت بھری فاتحانہ مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی''۔

پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں پیش آنے والے اِس واقعہ کی تفصیلات کچھ یوں ہیں کہ نیشنل آرٹ گیلری میں روٹس کالج انٹرنیشنل کی سالانہ ایوارڈ تقریب کے دوران ہال اُس وقت تالیوں سے گونج اٹھا جب ہارورڈ یونیورسٹی سے اسکالرشپ لینے والے ذہین ترین پاکستانی طالب علم عبدالصمد خرم کو سرٹیفکیٹ لینے کیلئے اسٹیج پر بلایا گیا تو اسٹیج پر آتے ہی عبدالصمد خرم نے پاکستان میں متعین امریکی سفیر این ڈبلیو پیٹرسن سے سرٹیفکیٹ لینے سے انکار کردیا اور کہا کہ پاکستانی علاقوں میں امریکہ کی جانب سے ہونے والی بمباری، ہلاکتوں اور امریکہ کی جانب سے صدر مشرف کی حمایت پر احتجاجاً وہ یہ ایوارڈ امریکی سفیر سے نہیں لیں گے، پاکستانی نوجوان عبدالصمد خرم کے اِس احتجاج نے امریکی سفیر کو حواس باختہ کردیا اور انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ! امریکہ کو حالیہ فضائی حملوں پر افسوس ہے اور یہ واقعہ غلط فہمی کی بنیاد پر ہوا، عبدالصمد خرم کے اِس جرأت مندانہ فعل پر اُسے خراج تحسین پیش کرنے کے بجائے مختلف پاکستانی کالم نگار اور بیرونی نشریاتی اداروں نے نہایت ہی شرمناک اور بزدلانہ تبصرے کئے ایک مشہور کالم نگار نے لکھا کہ ''عبدالصمد خرم نے نہ صرف اپنے شاندار مستقبل کو حقارت سے مسترد کردیا بلکہ اُس نے مشرقی قدروں کو بھی پامال کیا، لہذا وہ فوراً امریکی سفارت خانے جائے اور امریکی سفیر صاحبہ کے پاؤں پکڑ کر اپنے شاندار مستقبل کو حاصل کرلے'' ایک بین الاقوامی نشریاتی ادارے نے اسے عبدالصمد خرم کی بے وقوفی اور پاگل پن قرار دیتے ہوئے کہا کہ ''ہوسکتا ہے کہ تمہاری طرح سینکڑوں جذباتی اِس پر دو چار دن واہ واہ کرلیں کہ تم نے اسلام آباد کے بھرے مجمع میں مسز جنرل اشفاق پرویز کیانی کی موجودگی میں امریکی سفیر کے ہاتھ سے ہارورڈ اسکالرشپ لینے سے انکار کر کے دونوں کو بھونچکا کردیا اور یوں تم نے مہمند ایجنسی پر امریکی بمباری پر احتجاج کرتے ہوئے کچھ اخبارات میں جگہ حاصل کرلی، کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ تمہاری طرح کے جذباتی لوگوں کی اس طرح کی حرکتوں کی وجہ سے ملکوں کی پالیسیاں بدلتی ہیں اور نہ ہی ڈھٹائیاں ختم ہوتی ہیں، تم نے اُس اسکالرشپ کو لات ماری جس کے حصول کی آرزو میں لوگ جیتے ہیں، عبدالصمد خرم یا تو تم چریا ہو یا پھر امریکہ پاگل ہے''، معزز قارئین مندرجہ بالا نقطہ نظر اور آراء دنیاوی اور مادی اعتبار سے شاید درست ہوں لیکن اِس کے باوجود ہمیں اِن سے شدید اختلاف ہے، اور اسی اختلاف کے حق کو استعمال کرتے ہوئے ہم سمجھتے ہیں کہ عبدالصمد خرم نے نہ تو مشرقی قدروں کو پامال کیا اور نہ ہی وہ چریا یا پاگل ہے بلکہ اُس نے اپنے اِس عمل سے مشرقی روایات اور قدروں کی صحیح ترجمانی کی، یہ بات ٹھیک ہے کہ عبدالصمد خرم کی اِس حرکت سے نہ تو امریکہ کی پالیسی بدلے گی اور نہ ہی اُس کی منہ زوری اور ڈھٹائی میں کوئی فرق آئے گا، یہ بھی ٹھیک ہے کہ ہارورڈ یونیورسٹی کی اسکالرشپ کا حصول ایک بہت بڑا اعزاز ہے اور اِس کیلئے پورے ملک سے ذہین ترین طلباء وطالبات میں سے سرفہرست آنے والے طالب علم کا انتخاب کیا جاتا ہے اِس اعتبار سے عبدالصمد خرم کا یہ اعزاز ہے کہ وہ پاکستان کا ذہین ترین طالب علم ہے جو اِس اسکالرشپ کیلئے منتخب ہوا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ ایک اسکالرشپ کے حصول کیلئے آدمی اپنی دینی حمیت اور قومی وملّی غیرت کو ہی پس پشت ڈال دے اور اپنی معاشرتی روایات اور اخلاقی قدروں کا سودا کرلے، ہمارے مطابق اِس عظیم پاکستانی طالب علم کو امریکی سفیر کے ہاتھوں ایوارڈ لینے سے انکار پر اِس لیے خراج تحسین پیش کیا جانا چاہیے تھا کہ اُس نے ایک ایسے وقت میں جبکہ بڑے بڑے جغادری سیاستدان اور لیڈر امریکی سفارت خانے کا طواف کرتے ہیں اور امریکی سفیر کے سامنے ماتھا ٹیکتے ہیں امریکی سفیر سے ہارورڈ جیسی شہرہ آفاق یونیورسٹی میں تعلیم کیلئے ملنے والی اسکالرشپ کو قومی غیرت وحمیت کی بناء پر ٹھوکر مارتے ہوئے ایوارڈ لینے سے انکار کر کے پوری پاکستانی قوم کے جذبات کی ترجمانی کی ہے اور امریکہ

سمیت پوری دنیا کو امریکی جارحیت پر قومی جذبات اور احساسات سے آگاہ کرتے ہوئے واضح کر دیا ہے کہ پاکستانی قوم کس قدر باشعور ہے اور عالم اسلام میں امریکہ کے غاصبانہ کردار کا کتنا واضح ادراک رکھتی ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ عبدالصمد خرم نے امریکی سفیر سے ایوارڈ لینے سے انکار کر کے نہ صرف سیاسی رہنماؤں کو سر اٹھا کر چلنے کا درس دیا ہے بلکہ پوری قوم کا سر بھی فخر سے بلند کر دیا ہے، اُس کا یہ انکار اُن تمام جرنیلوں اور موجودہ سیاسی قیادت کی آنکھیں کھولنے کیلئے بھی کافی ہے جو امریکی حملوں سے قوم کا دفاع کرنے کے بجائے انہیں اپنے سر لیتے ہوئے اُونگی بونگی تاویلیں کرتے ہیں، ہمارے نزدیک عبدالصمد خرم پوری پاکستانی قوم کی آبرو ہے، اور اُس کا یہ عمل سیاسی و فوجی قیادت پر واضح کرتا ہے کہ پاکستانی نوجوان نسل کس قدر حساس، باشعور اور محبِّ وطن ہے اور اب قوم اور بالخصوص نوجوان نسل مزید امریکی غلامی کیلئے تیار نہیں ہے، ہم پوری قوم کے ساتھ مل کر عبدالصمد خرم کو سلام پیش کرتے ہیں اور اُن والدین کو بھی مبارکباد دیتے ہیں جنھوں نے اِس قابل فخر سپوت کو جنم دے کر صحیح خطوط پر اُس کی پرورش کی، اِس کے ساتھ ساتھ ہم میاں محمود علی قصوری فاؤنڈیشن کی جانب سے عبدالصمد خرم کو بیکن ہاؤس نیشنل یونیورسٹی میں تعلیم مکمل کرنے کیلئے وظیفہ دینے اور انہیں یونیورسٹی کا سب سے قابل احترام طالبعلم قرار دینے کے اعلان کی بھی دل سے قدر کرتے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ اور ادارے اور محبِّ وطن افراد بھی آگے بڑھ کر عبدالصمد خرم جیسے قابل فخر نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کریں گے اور سہارا دیں گے۔

مجھے اُن لوگوں پر رشک آتا ہے جو خوف، غلامی اور مصیبت زدہ ماحول میں رہتے ہوئے بھی دامنِ زندگی کو آلودہ ہونے سے بچالیتے ہیں، اور جنھیں باری تعالیٰ ظاہر و باطن کے تضاد سے محفوظ رکھتا ہے، جو ہر حال میں سچ بولتے ہیں خواہ نازک مزاج حکمرانوں کی جبیں شکن آلود ہی کیوں نہ ہو جائے، عبدالصمد خرم تم قابل رشک ہو، تم نے اپنے روشن مستقبل کو ٹھوکر مارتے ہوئے پاکستانی قوم کو غیرت مندی کی راہ دکھا کر جس سلسلے کا آغاز کیا ہے، پاکستان کے تمام نوجوانوں کو اِس کی پیروی کرنی چاہیے، اور تمام پاکستانی طلباء و طالبات کو یہ بنیادی اصول بھی طے کر لینا چاہیے کہ وہ قومی مفادات اور دینی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے ہی ملک کے تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کریں گے، ہاں اگر کسی ایسی فیلڈ جس میں تعلیم کی سہولت پاکستان میں دستیاب نہیں اور باہر جا کر تعلیم کا حاصل کرنا لازمی قرار پاتا ہے تو ایسی صورت میں وہ امریکہ کے بجائے دیگر ترقی یافتہ ملکوں کے تعلیمی اداروں کو ترجیح دیں گے، اِس کے ساتھ ساتھ وہ پاکستانی جو مسلم دنیا کے خلاف امریکہ کے مکروہ منصوبوں اور مزموم عزائم اور مسلمانوں کے بارے میں اختیار کیے گئے شرمناک اور ذلت آمیز رویئے کے باوجود آج بھی امریکن امیگریشن کا حصول اپنی زندگی کی سب سے بڑی کامیابی سمجھتے ہیں ،اُن کے لیے عبدالصمد خرم کا جذبۂ حب الوطنی ایک ناقابل فراموش سبق اور قابل تقلید مثال ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اپنی فہرست سے امریکہ سمیت اُن تمام اسلام اور مسلمان دشمن اتحادی ممالک کو خارج کر دیں جو عالم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف امریکہ کے جارحانہ عزائم میں پیش پیش ہیں، ایک باشعور، زندہ اور باغیرت قوم کیلئے دنیا میں سر اٹھا کر جینے کا یہی ایک راستہ ہے کہ وہ کسی بھی قیمت پر اپنی آزادی اور خود مختاری کا سودا نہیں کرتی، یاد رکھیے دنیا میں عزت و وقار، اور قومی افتخار سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہوتی، عبدالصمد خرم تم نے ٹھیک کیا کیونکہ جذبۂ حب الوطنی، قومی غیرت اور دینی حمیت کا تقاضہ بھی یہی تھا۔

☆☆☆☆☆

سانحہ لال مسجد

(پس پردہ حقائق)

از قلم: ظفر محمود سلطانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۴ جولائی ۲۰۰۷ء کو تاریخ پاکستان کا عظیم سانحہ رونما ہوا جسے ''آپریشن سائلنس لال مسجد'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس دن پاک آرمی اپنی تمام تر شان وشوکت کیساتھ لال مسجد اوراس سے متصل مدرسہ جامعہ حفصہ پر چڑھ دوڑی۔ اس آپریشن میں سینکڑوں معصوم طلباء وطالبات غازی برادران کی ہٹ دھرمی اور ملکی قوانین سے بغاوت کی بھینٹ چڑھ گئے تو دوسری طرف پاک آرمی کے جوانوں کا بھی خاصہ جانی نقصان ہوا۔ پاک فوج جو اس سے پہلے ارض پاک کی نظریاتی سرحدوں کی محافظ تھی اب امریکی ایجنسیوں کے ہاتھوں کٹ پتلی بن کر بلوچستان سے سرحد تک اپنے ہی بے گناہ لوگوں کے خون سے حولی کھیلنے میں مصروف ہے۔ اس جنگ میں کون ہارا اور فتح کس کی ہوئی اس بحث سے قطع نظر ہم درج ذیل سطور میں اُن محرکات کو مختصر طور پر قارئین کے سامنے پیش کریں گے جو اس سانحے کا باعث بنے۔

سانحہ لال مسجد کو گزرے ہوئے ایک سال کا عرصہ بیت گیا اور اس سلسلے میں ۶ جون ۲۰۰۸ء کو ایک کانفرنس بنام ''شھدائے لال مسجد کانفرنس'' کا انعقاد بھی کیا گیا۔ جس میں غازی برادران کا بائیکاٹ کرنے والے علماء ایک سال کے بعد دوبارہ اپنے مذموم مقاصد کو پروان چڑھانے کی کوشش میں اکھٹے ہوئے۔ یہاں پر میں ایک بات کی وضاحت کر دوں کہ ہماری نظر میں کسی بھی عبادت گاہ کو یوں گولہ بارود سے اڑانا مسلمانوں کا شیوا ہر گز نہیں ہوسکتا لیکن تاریخ گواہ ہے کہ اگر مسجد مسجد ضرار بن جائے تو نتیجہ اسی قسم کا ہوتا ہے۔

لال مسجد کے دو اہم کردار غازی برادران جنھوں نے باقاعدہ عسکری تربیت حاصل کی تھی اپنی من مانی اور از خود گھڑی ہوئی شریعت کو پورے ملک کے مسلمانوں پر ٹھونسنے کے لیے جو راہ اختیار کی تھی وہ کسی بھی طرح لائق تحسین نہیں تھی۔ لہذا حکومت وقت کو صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنے کے باوجود اس انتہائی قدم کو اٹھانا پڑا اور بدقسمتی سے غازی برادران کا ایک آزاد مملکت کے اندر اپنی ایک اسٹیٹ بنانے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔ سابقہ حکومت کی پالیسیوں سے ہر اس شخص کو اختلاف ہے جو اس پاک سرزمین کا وفادار ہے۔ لیکن سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ ملکی قوانین کو اپنے ہاتھ میں

لیکر، بے گناہ لوگوں کو حبس بے جا میں رکھ کر، سرکاری املاک کو نذر آتش کر کے اپنے مطالبات منوانا یہ کہاں کی دانشمندی ہے اور کہاں کا اسلام ہے لیکن اصاغر اپنے اکابر کی راہ کو سختی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ کتابوں میں موجود ہے کہ!

''علماء دیوبند کے ممدوح عرب کی متنازع ترین اور شدت پسند شخصیت شیخ نجد محمد بن عبدالوہاب نجدی جنھوں نے سب سے پہلے اکابرین اسلام کے عقائد کیخلاف اپنی گھڑی ہوئی شریعت کو نافذ کرنے کے لیے تشدت پسندی کا راستہ اختیار کیا اور اس ضمن میں جبیلہ کے مقام پر خلیفہ ثالث حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ جو مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ اُنکا مقبرہ زمیں بوس کر دیا اسلیے کہ عوام الناس وہاں پر حاضری دیتے، ایصال ثواب کرتے اور اللہ کے حضور اُن کے وسیلے سے دعائیں کرتے تھے لیکن نجدی شیخ کی نظر میں یہ سب کچھ شرک تھا لہذا انھوں نے شہر عینیہ کے امیر عثمان احمد کو اپنے ساتھ ملایا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے مزار پاک کو مسمار کر دیا''۔ (کتاب التوحید ص ۱۸) آج کیونکہ حالات زرا مختلف ہیں لیکن علماء دیوبند اُنھیں نظریات کو زرا مختلف انداز سے ارض پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں پر نافذ کرنا چاہتے ہیں۔

لال مسجد جو کہ غالباً مشہور صوفی بزرگ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ہے دور ایوبی میں ۱۹۶۰ء میں تعمیر ہوئی۔ صدر ایوب خان جو حضرت پیر صاحب دیول شریف کے ارادت مند تھے۔ اور حضرت پیر صاحب کو صدر ایوب خان کا بہت قرب حاصل تھا لہذا مولوی عبداللہ صاحب نے نہایت چالاکی اور پلاننگ کے تحت حضرت پیر صاحب دیول شریف کی بیعت کی اور حضرت پیر صاحب کے قریب رہنے لگے حضرت صاحب کی توجہ حاصل کرنے اور اپنے آپ کو سُنّی حنفی ظاہر کرنے کے لیے میلاد شریف اور دیگر معمولات اہل سنت میں بھرپور طریقے سے شرکت کرنے لگے۔ بالآخر پیر صاحب سے عرض کیا کہ وہ لال مسجد کی امامت و خطابت دلوا دیں حضرت پیر صاحب جو نہایت سادہ اور درویش منش انسان تھے وہ مولوی صاحب کی عیاری کو نہ سمجھ سکے اور صدر ایوب خان سے ان کی سفارش کر دی۔ اور مولوی عبداللہ صاحب لال مسجد کی مسند امامت و خطابت پر براجمان ہو گئے۔ یہاں ایک بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمیں حیرانگی ہے کہ پیر صاحب نے اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے قبل علماء اہل سنت سے مشورہ کیوں نہ کیا اور بغیر سوچے سمجھے ایک ایسے شخص کی اس اہم منصب کے لیے سفارش کر دی جو بالکل غیر معروف اور ناقابل اعتماد تھا۔ بہرکیف شروع شروع میں مولوی صاحب کا ذریعہ معاش بھی لال مسجد کی خطابت بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دینا اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی تھی۔ ان کی اصل طاقت، شہرت، اثر ورسوخ اور تشدد پسندانہ مذہب و مسلک کے پرچار میں اضافہ جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں ہوا۔ مشہور صحافی اور قلم کار جناب طارق اسماعیل ساگر لکھتے ہیں!

''جنرل ضیاء الحق ہی کے دور حکومت میں انھیں اسلام آباد کے قلب میں نہایت قیمتی زمین کا ایک ٹکڑا الاٹ کیا جو ۵۰۰ مربع گز پر محیط تھا۔ یہ پلاٹ لال مسجد سے متصل تھا اور حکومت کا مقصد یہ تھا کہ وہاں مولوی صاحب اپنی جہادی سرگرمیوں کو آزادی سے

جاری رکھ سکیں''۔(آپریشن سائلنس لال مسجد ص ۲۴)

مولوی عبداللہ صاحب کی عسکری تربیت یافتہ فوج تیار کرنے کا ضیاء الحق فارمولا اس مقصد کے لیے تھا کہ جنرل صاحب امریکہ کے کہنے پر روس کے خلاف جولڑائی لڑ رہے تھے اس میں ایسے علماء کی سخت ضرورت تھی جوان دونوں کے مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ جوں جوں مولوی صاحب کی طاقت واثر رسوخ میں اضافہ ہوتا گیا توں توں انکی ہمت اور بڑھی ۔ رفتہ رفتہ سرکاری زمین پر ناجائز قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ جو ابتداء میں ۵۰۰ مربع گز پر محیط تھے ۶۵۰۰ مربع گز پر پھیل گئے اور انکی تعمیر پر جو اخراجات آئے اس بارے میں بھی مولوی صاحب نے کبھی یہ نہ بتایا کہ وہ اتنی بڑی رقوم کہاں سے لائے ہیں۔ بقول طارق اسماعیل ساگر!

''مولانا غازی کا کہنا ہے کہ جب سے لال مسجد کا بحران شروع ہوا ہے ہمیں لوگوں نے فنڈز زیادہ دینے شروع کر دیئے ہیں انہوں نے یہ بتا کر بھی ہمیں حیران کر دیا کہ ہمارے پاس فنڈز کی کمی نہیں ہے ہم نے تو لوگوں سے ۲ کروڑ روپے لینے ہیں یہ رقم لوگوں کو بطور قرض دی گئی ہے''۔(آپریشن سائلنس لال مسجد ص ۳۶)

علاوہ ازیں مولوی صاحب نے پورے شہر میں نہایت جرأت مندی سے سرکاری زمین اپنے قبضے میں لے کر مساجد اور مدارس قائم کرنے شروع کر دیئے۔ لیکن اس منہ زور گھوڑے کو کوئی لگام دینے والا نہیں تھا۔ حتیٰ کہ بے نظیر اور نواز شریف کے دور حکومت میں بھی مولوی صاحب کے صاحبزادگان سے کوئی بھی اربوں روپے کی قیمتی زمین پر کیا جانے والا ناجائز قبضہ نہ چھڑا سکا۔ پھر جنرل مشرف کے دور حکومت میں سی ڈی اے نے ایک رپورٹ تیار کی جسکے مطابق اسلام آباد میں ۸۴ مسجدیں ایسی ہیں جو غیر قانونی طور پر سرکاری زمین پر قبضہ کر کے تعمیر کی گئی تھیں۔

غازی برادران جو کہ بعد میں برقع برادران کے نام سے مشہور ہوئے انکی تربیت ایسے ماحول میں ہوئی تھی جہاں انتہا پسندی کی تعلیم ایک لازمی امر ہے۔ بندوق کی زبان سے بات کرنا، خوف و ہراس پھیلانا، تشدد پسندی کے ذریعے اپنی بات منوانا جنکا طرہ امتیاز ہے۔ وہ مشہور برقع برادران جنھوں نے ۲۰۰۴ء میں پاک آرمی کے خلاف ایک فتویٰ جاری کیا اور یہی فتویٰ سانحہ لال مسجد کی بنیاد بنا فتویٰ یہ تھا کہ!''جنوبی وزیرستان میں پاک آرمی کا کوئی فوجی غیر ملکی مجاہدین سے لڑتا ہوا جاں بحق ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے''۔

اس فتویٰ کے جاری ہونے کے بعد آئی ایس آئی کے سینئر آفیسرز نے دونوں بھائیوں کو سمجھایا لیکن انھوں نے کسی بھی طرح اُنکی بات نہ مانی اور فتویٰ واپس لینے سے انکار کر دیا۔ اس بات کی سب سے زیادہ خوشی ازبکستان کے مشہور دہشت گرد طاہر یلدیشف کو ہوئی جو پاک آرمی کے درجنوں جوانوں کو شہید کر چکا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ منتظمین لال مسجد کی طرف سے ایسے اقدامات اٹھائے گئے جو حکومت وقت کے لیے ناقابل برداشت تھے لیکن انکے خلاف کوئی کاروائی کرنے سے صرف نظر کیا گیا۔ ایک قبائلی دہشت گرد جو اسلحے کا سوداگر تھا دونوں بھائیوں نے اُسکے ساتھ بھرپور تعاون کیا جب وہ شخص اپنی مشکوک سرگرمیوں کی وجہ سے گرفتار ہوا تو مقدمہ میں غازی برادران کا نام بھی آیا لیکن انکے خلاف کوئی کاروائی نہ ہو

سکی۔سابق وفاقی وزیر اعجاز الحق کے بیان کے مطابق جب ان دونوں بھائیوں کے خلاف کاروائی کرنے کا آغاز کیا گیا تو پورے ملک سے انکے حامی دیو بندی علماء انکی امداد واعانت کو پہنچ گئے اور سفارش کی کہ انھیں معاف کر دیا جائے پھر ایک معافی نامہ تحریر کیا گیا جس پر دونوں بھائیوں نے دستخط کیے اور یہ وعدہ کیا کہ ہم آئندہ ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے جس سے عوام اور حکومت کے لیے مسائل پیدا ہوں۔ پھر سیکیورٹی حکام کے سامنے بھی انھوں نے بار بار معافی مانگی تب جا کر انھیں رہا کیا گیا۔

رہائی پانے کے بعد دونوں بھائیوں کے حوصلے مزید بلند ہو گئے اور پھر ۲۲ جون ۲۰۰۷ء کو دونوں بھائیوں کے حکم سے جامعہ کے طلبا وطالبات نے چائنیز مساج سنٹر سے ۶ چینی خواتین اور ۳ مردوں کو اغوا کر لیا اور جامعہ حفصہ میں قید کر دیا۔ مزید دو قدم آگے بڑھ کر فروری ۲۰۰۷ء میں چلڈرن لائبریری پر قبضہ کر لیا۔ رفتہ رفتہ پولیس کے اہلکار یرغمال بنائے جانے لگے عوام الناس کو ہراساں کرنا شروع کر دیا حکومت پاکستان کے خلاف جہاد کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ جامعہ حفصہ کی ڈنڈا بردار خواتین سڑکوں پر نکلنا شروع ہو گئیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسلام آباد کی سڑکیں ایک عجیب منظر پیش کرنے لگیں ایک آزاد ریاست کے اندر ایک اور ریاست کے قیام کی تیاریاں۔ حکومتی ادارے بے بس ہو گئے غازی برادران کے حوصلے آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگے۔ مولوی عبد العزیز نے اپنے خطبات میں حکومت وقت کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا۔ دن بدن حالات بگڑتے گئے اور حکومت وقت کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا گیا۔ بالآخر سیکیورٹی فورسز نے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے گرد گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا اور چشم فلک نے قیامت صغریٰ کا وہ دلخراش منظر دیکھا شاید جس کی توقع نہیں تھی۔

دوسری طرف مولوی عبد العزیز صاحب کا مؤقف یہ تھا فرماتے ہیں!

''مجھے اور لال مسجد کے دیگر افراد کو ملک میں شریعت کے نفاذ اور خلافت اسلامیہ قائم کرنے سے متعلق حضور ﷺ کی تین سو بشارتیں ہوئی ہیں۔ ان خوابوں میں آپ ﷺ نے ہمیں فرمایا کہ استقامت کا مظاہرہ کرو اور اس (جنرل مشرف) کی حکومت کے خلاف جہاد کرو''۔ (آپریشن سائلنس لال مسجد ص ۲۲)

حضرت کے اس بیان کے متعلق میں اتنا تبصرہ ضرور کروں گا کہ جو لوگ شروع دن سے رسول اللہ ﷺ کے حاظر وناظر ہونے اور آپ کی امداد واستعانت اور تصرف کے منکر رہے ہوں وہ آج کس منہ سے ایسے خواب بیان کرتے ہیں یقیناً یہ رسول اللہ ﷺ پر کھلا بہتان ہے۔ اور ایسا صاف جھوٹ رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک پر باندھ کر غازی برادران کا جو انجام ہوا وہ ساری قوم کے سامنے عبرت کا نشان ہے۔ ساری دنیا نے میڈیا پر وہ شرمناک منظر دیکھا کہ جب قربانی دینے کا وقت آیا تو بڑے بڑے دعوے کرنے والے، الجہاد، الجہاد کا نعرہ لگانے والے، بشارتیں اور خواب بیان کرنے والے معصوم طلباء وطالبات کو اکیلا چھوڑ کر اور برقع پہن کر جوان لڑکیوں کے جلو میں فرار ہو گئے لیکن افسوس سیکیورٹی فورسز کی عقابی نظروں سے نہ بچ سکے اور انھوں نے آناً فاناً مولوی صاحب کی گردن دبوچ لی اور برقع سمیت میڈیا کے سامنے پیش کر دیا۔ جبکہ دوسرے بھائی جنھیں فرار کا راستہ نہ

مل سکا وہ سیکیورٹی فورسز کے ہاتھوں آنجہانی ہو گئے۔

آج جبکہ اس واقعہ کو پیش آئے ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن شر پسند عناصر ایک مرتبہ پھر اس کوشش میں ہیں کہ مملکت خداداد پاکستان کے قلب میں ایسی سرگرمیاں جاری رکھی جائیں جن سے یہاں امن وامان کے دروازے ہمیشہ بند رہیں اور ان کو اپنے مذموم مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے مواقع ملتے رہیں۔ اخبارات کے مطابق مولوی عبدالعزیز صاحب کی زوجہ اُم حسان نے ایک مرتبہ پھر جامعہ حفصہ میں کلاسز کا آغاز کر دیا ہے تاکہ سادہ لوح خواتین کو برین واشنگ کے ذریعے ایک مرتبہ پھر ملک وقوم سے بغاوت کے لیے تیار کیا جا سکے۔ دیوبندی حلقہ کی طرف سے لال مسجد کی سالانہ برسی کے موقع پر انعقاد کی جانے والی کانفرنس جس میں کثیر تعداد میں علماء دیوبند شریک ہوئے۔ ہمیں اس بات پر بھی تعجب ہے کہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے معمولات تیجا، دسواں، چالیسواں، اور سالانہ عرس پاک کی محافل برائے ایصال ثواب کو شرک بدعت سے موسوم کرنے والے خود اس شرک و بدعت میں مبتلا ہیں۔ بقول شاعر!

تم جو بھی کرو بدعت وایجاد روا ہے

اور ہم جو کریں محفل میلاد برا ہے

بہرحال ہم حکومت وقت، قانون نافذ کرنے والے اداروں اور بالخصوص وزیر اعظم پاکستان جو سادات کرام کے عظیم چشم و چراغ ہیں سے نہایت ہی دردمندانہ گزارش کرتے ہیں کہ خدارا لال مسجد اور اس سے متصل جامعہ حفصہ کو ایک مرتبہ پھر ایسے لوگوں کے حوالے نہ کیا جائے جو شروع دن سے اس ارض پاک کے مخالف ہیں۔ اور گاہے بگاہے اسکی سلامتی اور خودمختاری کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں جن کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ یہ اس ملک میں امن وامان قائم نہیں ہونے دیں گے۔ لال مسجد جو کہ محکمہ اوقاف کے انڈر ہے کسی کی ذاتی ملکیت نہیں لہذا حکومت وقت یہاں پر ایسا خطیب مقرر کرے جو دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ ہو، جو معاملہ فہم ہو، جو امن شانتی کا درس دے جو دین اسلام کی اصل تصویر دنیا کے سامنے پیش کر سکے اور ایسا شخص صرف ملک پاکستان کی غالب اکثریت سواد اعظم اہل سنت و جماعت میں ہی مل سکتا ہے کیونکہ ہمارا ہتھیار کلاشنکوف نہیں بلکہ عشق مصطفیٰ ﷺ ہے۔ ہمارے بزرگوں نے پاکستان بنایا تھا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

......﴿ ماخذ و مراجع ﴾......

1: آپریشن سائلنس لال مسجد از طارق اسماعیل ساگر

2: لال قلعہ سے لال مسجد تک از سید وجاہت رسول قادری

3: مقدمہ کتاب التوحید از محمد بن عبدالوہاب نجدی

4: نوائے وقت ۲۲ جون ۲۰۰۷ء   5: نوائے وقت ۷ جولائی ۲۰۰۸ء

Monthly
Mujallah **AL-HAQIQA**
August 2008
Reg.No. C.P.L.168

